زیر سرپرستی داعیٔ اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی

ماہنامہ

خضرِ راہ دہلی

جلد 1

شمارہ 3

جمادی الثانی/رجب ۱۴۳۳ھ

مئی ۲۰۱۲ء

مجلس ادارت

مولانا حسن سعید صفوی
مولانا محمد عمران ثقافی
مولانا کتاب الدین رضوی
مولانا قمر احمد اشرفی
مولانا سجاد عالم مصباحی
ڈاکٹر شہزاد انجم
جناب احمد جاوید

مجلس مشاورت

حافظ حسین سعید صفوی
مولانا ضیاء الرحمٰن علیمی
مولانا ذیشان احمد مصباحی
مولانا اشتیاق عالم مصباحی
مولانا شاہد رضا ازہری
مولانا عارف اقبال
شاکر عالم مصباحی
مولانا غلام مصطفیٰ ازہری

مدیران

محمد جہانگیر حسن - شوکت علی سعیدی

نائبین مدیر

محمد آفتاب عالم - ابرار رضا مصباحی

مجلس منتظمہ

سرکولیشن منیجر : ساجد سعیدی
اشتہار منیجر : موسیٰ رضا
تزئین کار : منظر سبحانی

نوٹ:

مضمون نگار کے افکار و نظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ ادارہ

قیمت فی شمارہ	: 20روپے
قیمت سالانہ	: 200
قیمت سالانہ سرکاری ادارے ولائبریری	: 500
بیرون ممالک	: 40/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: 5000

مراسلت کا پتہ:

ماہنامہ خضر راہ

F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔۴۴

KHIZR-E-RAH(Monthly)
F-464, Jaitpur II, Near Khajuri Masjid
Badarpur, New Delhi.44
E-Mail-khizrerah@gmail.com
Mobile: 09312922953

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر شوکت علی نے حرمین آفسیٹ پریس 632 رنگ محل، چاندنی محل، نئی دہلی 2، سے طبع کرا کر آفس ''ماہنامہ خضر راہ'' F-464 جیت پور پارٹ II، نزد کھجوری مسجد بدر پور، نئی دہلی۔44 سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگا

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی/جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی، الہ آباد (یوپی)

خضرِ راہ

علم و عرفان

حمد و مدح:	شاہ احسان اللہ محمدی، حضرت آسی	زکاۃ، صدقہ اور ...:	مولانا مقصود احمد سعیدی
عرفانی مجلس:	شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی	نماز کے فرائض:	مولانا یعقوب
مسائل کا حل کیا ہے:	شوکت علی سعیدی	حجۃ الاسلام امام ...:	ادارہ
سورۂ فاتحہ:	مولانا اشتیاق عالم مصباحی	اسرار التوحید:	شیخ محمد بن منور

مضامین

سلطان العلماء عزالدین...:	حسن سعید	توبہ:	رفعت رضا
توحید باری تعالیٰ:	امام الدین	انسان اور تعمیر معاشرہ:	شاکر عالم
جہاد کا حقیقی مطلب:	اشتیاق عالم	یوم آخرت:	قمر الحسن
حیات انسانی کا ...:	ابرار رضا	اسلام اور کسب مال:	شاہد رضا ازہری
شکر ہزار نعمت ہے:	جہانگیر حسن		

گوشۂ خواتین

چند صالح خواتین:	ادارہ	رشتے مضبوط کریں:	نصرت پروین
تصور مساوات...:	شوکت علی		

بزم اطفال و طلبہ

اطاعت حق:	شاہ احسان اللہ محمدی	اخلاص و ریا:	سلمان چشتی
حسن اخلاق:	شبیر شاداب	ای۔کیرئیر:	شوکت علی
شاہ عارف صفی:	حسین سعید	خبرنامہ:	ادارہ

حمد و مدح

اسرار حقیقت کے خبردار جو ہوتے

گر کون و مکاں مظہر نیرنگ نہ ہوتا
ہر آن میں اس کا یہ نیا ڈھنگ نہ ہوتا

ہوتا نہ اگر اس کے تماشے میں تحیر
حیرت سے میں آئینہ نمط دنگ نہ ہوتا

گر شان پیمبر کی ابو جہل پہ کھلتی
اسلام کے لانے میں اسے ننگ نہ ہوتا

اسرار حقیقت کے خبردار جو ہوتے
ہفتاد و دو ملت میں کبھی جنگ نہ ہوتا

امکان کے باہر ہے تری کنہ کا پایا
ورنہ دل آگاہ مرا تنگ نہ ہوتا

گر پردۂ غفلت کو تو ہم سے نہ اُٹھاتا
اے عشق نیازؔ آگے ترے سنگ نہ ہوتا

حضرت نیاز احمد نیازؔ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

نعت شریف

میرے آقا مرے سرکار مدینے والے
آپ پہ صدقہ ہے گھربار مدینے والے
سر بسر احمد مختار مدینے والے
آپ ہیں نبیوں کے سردار مدینے والے
پنجتن پاک کا آیا ہوں وسیلہ لے کر
تیری سرکار میں سرکار مدینے والے
بس یہی ایک تمنا ہے کہ مرتے دم تک
میں رہوں آپ کا بیمار مدینے والے
من رآنی کے اشارے سے یہ معلوم ہوا
دید حق ہے ترا دیدار مدینے والے
کون سمجھے گا حقیقت میں بجز ذاتِ خدا
مرتبہ آپ کا سرکار مدینے والے
آپ کے نام کے صدقہ ہے ابھی تک زندہ
سعیدِ بے خود و سرشار مدینے والے
وردِ جاں ہے سعیدؔ اب آٹھوں پہر میرے لیے
آپ کے نام کی تکرار مدینے والے

شیخ ابو سعید شاہ احسان اللّٰہ محمدی

عرفانی مجلس

افادات: شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی/ ترتیب: مجیب الرحمٰن علیمی

نیکوں کی صحبت نیک بناتی ہے

شیخ طریقت سے سوال کیا گیا کہ کن لوگوں سے محبت رکھنی چاہیے اور کن لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے؟ فرمایا کہ صالحین وصادقین کی صحبت اختیار کرنی چاہیے کہ اللہ نے فرمایا: کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ. سورۂ توبہ: ۱۱۹ (صادقین کی صحبت اختیار کرو) اور انھیں سے محبت رکھنی چاہیے، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو محبت کے لائق ہیں اور ان ہی کی محبت نجات تک لے جانے والی ہے۔ اور ان ہی نیک بندوں کی اتباع بھی کرنی چاہیے، جو رات دن اپنے مولیٰ کی طرف لو لگائے ہوئے ہیں اور اسی کی طرف متوجہ ہیں: وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ. سورۂ لقمان: ۱۵ (اس کی پیروی کرو جو اللہ کی طرف مائل ہو) کیوں کہ جو جس جماعت کی پیروی کرے گا اسی جماعت اور اسی گروہ میں شمار کیا جائے گا اور جیسی صحبت اختیار کرے گا ویسا ہی ہو جائے گا اور کل قیامت میں اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا، اصحاب کہف کا کتا صالحین کی صحبت اختیار کرنے کی وجہ سے جنتی ہو گیا ورنہ اس کے پاس کون سی نیکیاں تھیں نیکوں کی صحبت نے ہی اسے جنتی بنا دیا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ. (ابو داؤد: کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة) (جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ اسی میں سے ہو جاتا ہے)

ہم اپنے کاروبار میں، دنیا کے حصول اور طلب جاہ ومنصب میں اس قدر مصروف ہیں کہ نہ حق کی طرف جانے کا شوق ہے اور نہ حق کو جاننے کی خواہش اور نہ صادقین کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور ان کی صحبت اختیار کرنے کا جذبہ، لیکن دنیا داروں کے پاس جانے اور ان کی صحبت میں وقت گزارنے کے لیے خوب فرصت ہے، جبکہ اللہ نے فرمایا: لَاتُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُه فُرُطًا. (سورۂ کہف، ۲۸) یعنی ان کی بات نہ مانو جو ہماری یاد سے غافل رہتے ہیں اور جو اپنی خواہشات میں پڑے رہتے ہیں ان کا انجام کار ہلاکت ہے، جب دیکھو طلب دنیا اور طلب جاہ کی باتیں کرتے ہیں، کسی نہ کسی کی غیبت میں لگے رہتے ہیں، خود بھی تباہ ہوتے ہیں دوسروں کو بھی تباہ کرتے ہیں۔ اللہ کا حکم ہے: قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَارًا. (سورۂ تحریم: ٦) یعنی اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

مسائل کا حل کیا ہے؟

افراد کے اجتماع سے ہی معاشرے کا قیام عمل میں آتا ہے۔ افراد کے ذہنی رویے سے ایک معاشرے کا رنگ وروپ اور تہذیب وتمدن دوسرے معاشرے سے مختلف ہوتا ہے۔ کوئی معاشرہ خوش حال ہوتا ہے تو کوئی مفلوک الحال، کوئی معاشرہ دوسروں کے لیے لائق تقلید ہوتا ہے تو کوئی لائق عبرت۔ معاشرے کے یہ مختلف رنگ افراد کے رویے کے اختلاف کی وجہ سے ہیں۔

ہم جب کبھی کسی بگڑے معاشرے کی اصلاح کی باتیں کرتے ہیں تو ہماری توجہ افراد کے بجائے معاشرے پر ہوتی ہے یعنی اجتماعیت پر جبکہ اجتماعی طور پر اصلاح نہیں کی جاسکتی۔ اصلاح جب بھی ہوگی فرداً فرداً ہوگی اور انھیں اصلاح شدہ افراد سے ایک اچھے معاشرے کی تشکیل ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک ایک فرد کی اصلاح کی جائے۔ اگر چند افراد کی بھی اصلاح ہوگئی تو ایک چھوٹا سا مثالی معاشرہ بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے۔

فرد کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ مصلح خود ہر طرح کے فسادات سے پاک وصاف ہو، کیونکہ یہ اصول ہے کہ سویا ہوا انسان سوئے ہوئے کو نہیں جگا سکتا ہے، پہلے اسے خود بیدار ہونا ہوگا تبھی وہ دوسرے کو بیدار کرسکتا ہے۔ اگر آج یہ کہا جائے کہ مصلح افراد ناپید ہیں اور کوئی ایسا ہے ہی نہیں کہ وہ دوسروں کی اصلاح کر سکے تو یہ ایک غلط خیال ہے، اس طرح کے خیالات اسی وقت ذہن میں آتے ہیں جب ہم اپنی بیماری سے غافل ہوتے ہیں اور خود کو اصلاح کے قابل نہیں سمجھتے، کیونکہ اگر اصلاح کی فکر ہو اور بیماری کی شناخت ہوجائے تو اس کا علاج ڈھونڈنا آسان ہوجاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ جس بیماری کا علاج جہاں ممکن ہے اس تک ہم رسائی حاصل نہیں کرتے۔ کوئی شخص سردی اور بخار کے علاج کے لیے کسی سرجن کے پاس نہیں جاتا اور نہ ہی حادثاتی کیس میں کسی فزیشین کے پاس جاتا ہے، کیونکہ اسے اپنی بیماری کا علم ہے اور اسے معلوم ہے کہ سردی بخار کا علاج کون کرے گا اور ہاتھ پاؤں کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں اور زخموں کو درست کون کرے گا۔ اگر ڈھیر ساری بیماریاں پائی جائیں تو اسے یہ بھی پتہ ہوتا ہے کہ اسے کسی بڑے ہاسپٹل میں چند دنوں کے لیے ایڈمٹ رہ کر مختلف امراض کے ماہر ڈاکٹروں کے زیر علاج رہنے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کو یہ پتہ ہوجائے کہ ہماری بیماری کیا ہے؟ علم کی کمی ہے یا عمل کی، غربت وافلاس ہے یا اچھے پڑوسی کا نہ ہونا، آپسی اتحاد کا خاتمہ ہے یا بغض وحسد، اور کبر جیسی باطنی بیماریاں تو ان بیماریوں کے علاج کے لیے وہ خود تیار اور مستعد ہوجائے گا۔ اگر ان میں سے اسے کوئی ایک مرض لاحق ہو تو اسے ایسے طبیب کی تلاش ہوگی جو اس بیماری کو دور کردے اور اگر ڈھیر ساری بیماریاں ہوں تو اسے ہاسپٹلائز ہونے کی ضرورت پڑے گی۔ طبیب حاذق اس کا علاج ترتیب وار کرے گا تبھی اس

کی ساری بیماریاں دور ہوسکیں گی۔اس طور پر اگر کہا جائے کہ آج ہر سوسائٹی کو ایک کامل و مکمل صوفی، ایک فقیہ، ایک محدث کی ضرورت ہے جو اپنے تمام آلات و وسائل کے ساتھ ایک چھت کے نیچے جمع ہوں اگر کوئی بیمار ان بیماریوں کے ساتھ آئے تو اس کا مکمل طور پر علاج کیا جاسکے تو بے جا نہ ہوگا۔اگر ایسا کیا گیا تو میرا یقین یہ کہتا ہے کہ سوسائٹی کو صحت مند بننے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔بصورت دیگر بیمار ایک ایک بیماری کا علاج کرانے کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرے گا اور ایک بیماری ٹھیک ہونے ہی والی ہوگی کہ دوسری بیماری انفیکشن کی طرح در آئے گی۔

اصلاح کے عمل میں یہ بات بھی دھیان رکھنے کی ہے کہ جس فساد کی اصلاح مقصود ہو وہ جس طرح کے مصلح کے ذریعے اصلاح ہوجائے کافی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہاسپٹل کا ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ ہی اس کا علاج کرے تبھی اصلاح ہوگی۔ یہاں پر یہ خیال آیا کہ اگر نماز کی پابندی میں کوتاہی ہو رہی ہے تو کسی پابند نماز شخص کی صحبت اختیار کریں تو نماز ترک ہونے کی بیماری دور ہو سکتی ہے۔اگر دنیا کی جاہ وطلب میں گرفتار ہیں تو کسی دنیا بیزار اور دین دوست کی صحبت اختیار کریں تو یہ بیماری دور ہوسکتی ہے۔ اسی طرح بغض وکینہ اور حسد جیسی بیماریوں میں مبتلا ہیں تو کسی صاف وشفاف اہل دل کی صحبت میں رہیں تو یہ بیماریاں دور ہوسکتی ہیں اور اگر بیماری کی شناخت نہ ہو پا رہی ہو کہ کس نوعیت کی بیماری ہے تو اپنے آپ کو ہاسپٹلا ئز کر دیں یعنی ایسے ادارے میں جائیں جہاں مختلف طرح کے باطنی امراض کو دور کرنے والے ماہرین موجود ہوں۔ وہاں جا کر اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیں وہ خود اپنے آلات و وسائل سے اندازہ کرلیں گے کہ کون کون سی بیماریاں ہیں اور ان سب کا علاج کیا ہے۔

جس طرح ایک جسمانی مرض میں مبتلا شخص ڈاکٹر کی ہر ہدایت اور ڈاکٹر کے ہر عمل کو بسر وچشم قبول کرتا ہے۔کڑوی دوائیں پابندیٔ وقت کے ساتھ لیتا ہے، یہاں تک کہ ڈاکٹر زخمی اعضا کی صفائی کے دوران اس کے اردگرد کے اچھے گوشت کو بھی کاٹتا ہے تو وہ کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ٹھیک اسی طرح جب ہم اپنے باطنی امراض کے علاج کے لیے کسی طبیب حاذق کے پاس جائیں گے تو وہاں اپنی کچھ بھی نہ چلے گی وہ جو بھی نسخہ تجویز کرے گا اور جس طرح کا سلوک ہم سے کرے گا اسے بسر وچشم تسلیم کرنا ہوگا تبھی ہماری بیماریاں دور ہوسکتی ہیں، اگر اس کے نسخے پر عمل کرنے میں اپنی خواہش کی پیروی کی تو مرض ٹھیک ہونا تو دور کی بات ہے ممکن ہے کہ اس کا ری ایکشن بھی ہوجائے اور جس بیماری کے علاج کے لیے آئے تھے اس سے کہیں بڑی بیماری میں مبتلا ہوجائیں۔

اللہ عز وجل سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو ظاہری و باطنی بیماریوں سے محفوظ رکھے اور اگر بیماری لاحق ہوجائے تو اچھے طبیب تک رسائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خوابِ غفلت سے اٹھ اے مردِ خدا — تاکہ حاصل ہو تجھے فضل خدا
جس نے غفلت میں گزاری زندگی — آخرش ہوگی اسے افسردگی
ماسوا سے اور امید وفا — لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

سورۂ فاتحہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. ہمیں سیدھی راہ چلا۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنعَمْتَ عَلَيْهِمْ.

اُن کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ.

نہ کہ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہے اور جو راہ حق سے بھٹک گئے ہیں۔

اس آیت مقدسہ میں واضح طور پر جن چار امور کا ذکر کیا گیا ہے، وہ یہ ہیں:

۱۔ ہدایت

۲۔ صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ

۳۔ انعام پانے والے یعنی اللہ کے مقبول بندے

۴۔ اللہ کے غضب پانے والے گمراہ لوگ

ھــــدایــــت : ہدایت کا معنی لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں۔ دراصل یہ نبی اور تمام مسلمانوں کی دعا ہے، اگر چہ وہ پہلے ہی سے آسمان ہدایت پر تھے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے استقامت اور مزید ہدایت طلب کرنے کے لیے دعا کی تعلیم فرمائی ہے، کیونکہ بندہ ہر حالت میں اور ہر وقت خدا کا محتاج رہتا ہے، اُسے یہ نہیں معلوم کہ اس کے حق میں کیا مفید ہے اور کیا نہیں، اُسے اس بات کا بھی علم نہیں کہ کون سی چیز نقصان دینے والی ہے اور کون سی چیز نہیں، اس لیے ہر آن اللہ سے مدد، اس کی توفیق اور دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتا رہے۔ ایک مقام پر اللہ رب العزت بندوں کو دعا کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تم اس طرح دعا کرو:

”رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَامِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ. “

(سورہ آل عمران، آیت: ۸)

ترجمہ: اے اللہ! ہدایت کے بعد ہمارے دل میں کجی پیدا نہ کر اور اپنی خاص رحمت عطا فرما، بیشک تو ہی خوب دینے والا ہے۔

صـــــراط مستـقـيـم : یعنی سیدھا راستہ، مراد وہ راستہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول تک پہنچانے والا ہو۔ جس پر انبیا، صدیقین، شہدا و صالحین چلتے رہے ہیں۔ یہی وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے۔ چنانچہ جو مومن بندہ صراط مستقیم پر اپنی زندگی کی گاڑی کو ڈال دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نہ صرف اس کے ہر سوال کا جواب دیتا ہے بلکہ اس کی ہر جائز دعا کو قبول بھی فرماتا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

”جب (بندہ) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ. کہتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتا ہے:

هٰؤُلَاءِ لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ.

یعنی یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میں اپنے بندے کا ہر سوال اور اس کی ہر دعا قبول کروں گا“ (سنن ابوداؤد)

جو لوگ صراط مستقیم پر چلتے ہیں اُنھیں لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ.“

(سورہ مومن، آیت: ٦٠)

یعنی تم مجھ سے مانگو میں تمھاری دعا قبول کروں گا، یعنی:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہروِ منزل ہی نہیں

انعام پانے والے: انعام پانے والی جماعت سے مراد انبیا و صدیقین اور شہدا و صالحین کی جماعت ہے، قرآن مجید میں ہے:

''جو لوگ اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔''

انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کامل طریقے پر اطاعت الٰہی میں لگا دے اور اس کے ہر فیصلے پر راضی ہو۔ اپنے اخلاق و کردار انبیا و مرسلین کی سیرتوں کے مطابق رکھے۔ اگر اُسے یہ حکم ملے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو تو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی طرح قربان کرنے اور قربان ہونے کے لیے تیار ہو جائے۔ اگر اُسے دین کا داعی اور مبلغ بنایا جائے تو حضرت یحییٰ اور زکریا علیہما السلام کی طرح آرے سے چیر بھی دیا جائے تو اُف تک نہ کرے۔ اگر سخت بیماری میں مبتلا ہو تو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اگر بادشاہ اور حاکم بنا دیا جائے تو عبادت و ریاضت اور شب بیداری کو نہ بھولے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام پوری دنیا پر بادشاہت کرنے کے باوجود بھی اطاعت الٰہی سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ اگر حسین و جمیل اور جان سے پیارا بیٹا غائب ہو جائے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح صبر سے کام لے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی طرح مچھلی کے پیٹ میں ہو یا حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح قید خانے میں، ہر حال میں اللہ کی پاکی اور اس کی حمد و ثنا کرتا رہے اور دعوت و تبلیغ جیسے اہم فریضے میں ہمہ وقت لگا رہے، ایسے ہی جذبے کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو یہ تعلیم دی کہ انعام یافتہ لوگوں یعنی انبیا، صدیقین، صالحین اور شہدا کی راہ پر قائم رہنے کی دعا کرو۔

مغضوب اور گمراہ

زمانۂ نبوی میں دو مشہور جماعت تھی ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والی، جسے یہودی کہا گیا اور دوسری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والی جسے نصاریٰ اور عیسائی کہا گیا، یہ جماعتیں آج بھی موجود ہیں۔ اللہ رب العزت نے علم کے باوجود یہود کے غلط ارادے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے اُن پر غضب فرمایا جبکہ نصاریٰ اپنی عبادت کے سبب غرور میں آ گئے اور پھر علم سے خالی ہونے کے سبب گمراہ ہو گئے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ صراط مستقیم اُس راستے کا نام ہے جس پر چلنے والے نہ صرف عالم ہوں اور نہ محض عامل، بلکہ علم و عمل دونوں کا جامع ہوں اور ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل بھی ہو۔

نبوت کا سلسلہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے، لیکن صادقین، شہدا، صالحین کی جماعت آج بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی، یہ جس راہ پر ہوں گے وہی صراط مستقیم یعنی سیدھا راستہ ہوگا۔

ہمیں چاہئے کہ ایسے نفوس قدسیہ کی تلاش و جستجو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح سرگرداں رہیں اور اپنی خواہشات کو محبت الٰہی کی آگ میں جلا کر مردہ نفس اور روح کو زندہ کریں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے دلوں میں اللہ و رسول کی سچی محبت اور خشیت پیدا ہوگی۔

☆☆☆

زکاۃ، صدقہ اور سخاوت

اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی اور کریمی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔انسان گناہ پہ گناہ کیے جارہا ہے،سنن ونوافل تو دور فرائض کو بھی صحیح طور سے ادانہیں کر پارہا ہے اور عذاب کا سزوار بنتا جارہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ کبھی زکاۃ کے بہانے،کبھی صدقہ کے بہانے تو کبھی سخاوت کے بہانے اپنے بندوں کو خود سے قریب رکھنے کا راستہ دکھارہا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ یُؤَدِّ زَکَاتَه مُثِّلَ لَه مَالَه یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شُجَاعاً اَقْرَعَ لَه زَبِیْبَتَانِ یَطُوْقُه یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ یَاخُذُ بِلَهْزِمَتَیْهِ یَعْنِیْ بِشِدْقَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه هُوَخَیْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْا بِه یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.'' (البخاری، کتاب الزکاۃ)

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو، اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہ کرے تو وہ مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا،اس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے،اس سانپ کو اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا،پھر وہ اس شخص کو اپنے جبڑوں سے پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں،میں تیرا خزانہ ہوں،پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی کہ:جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا ہے،وہ اس میں بخل کرتے ہیں تو وہ اس کو بہتر گمان نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے بدتر ہے۔

یعنی قیامت کے دن زکاۃ نہ دینے والوں پر بڑا سخت اور بھیانک عذاب ہوگا۔زکاۃ نہ دینے والوں کے لیے یہ عبرت کی بات ہے کہ جس شخص کو سانپ اپنے جبڑوں میں لے گا، اس کی حالت کیا ہوگی۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَّلَابَخِیْلٌ وَّلَامَنَّانٌ.(رواہ الترمذی)

ترجمہ:حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مکار اور بخیل اور صدقہ دے کر احسان دھرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

مکار اور بخیل اپنے بدعملی کے سبب جہنم میں تو جائے گا ہی، لیکن کسی کے ساتھ بھلائی کرکے،اس پر احسان جتانے والا بھی جنت سے محروم ہوجائے گا محض اپنے دکھاوے کی وجہ سے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ وَلَایَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتَقَبَّلُهَا بِیَمِیْنِه ثُمَّ یُرَبِّهَا لِصَاحِبِهَا کَمَا یُرَبِّی اَحَدُکُمْ فِلْوَةً حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ . (بخاری و مسلم)

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک کھجور کی قیمت یا اس کے وزن بھر کوئی شئے خیرات کرے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک کمائی ہی کا صدقہ قبول کرتا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی کمائی سے کی جانے والی خیرات کو

اپنے داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے، پھر اس کو خیرات کرنے والے کے لیے پالتا ہے جیسے کوئی تم میں سے کسی بچھڑے کو پالتا اور پوستا ہے، یہاں تک کہ وہ خیرات یا اس کا ثواب پہاڑ کی مانند ہوجاتا ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ وَبَخِیْلٌ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰهِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ وَالْجَاهِلُ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ. (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی یعنی فیاض بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے یعنی سب ہی اس کو پسند کرتے ہیں اور آگ سے دور ہے، اور بخیل یعنی کنجوس کہ جو کچھ اس پر واجب ہے اس کو اپنی گرہ سے نہ جانے دے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے یعنی لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں اور آگ یعنی جہنم سے قریب ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی، کنجوس عابد سے زیادہ پیارا ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم لَوْ كَانَ لِی مِثْلُ اُحَد ذَهَباً لَسَرَّنِی اَنْ لَا یَمُرُّ عَلٰی ثَلٰثَ لَیَالٍ وَعِنْدِیْ مِنْهُ شَیْئٌ اِلَّاشَیْئٌ اَرْصَدَه لِدَیْنٍ . (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرے لیے خوشی کی بات یہ ہوگی کہ مجھ پر تین راتیں اس حال میں نہ گزریں کہ اس (سونے) میں سے کچھ میرے پاس موجود ہو، اس چیز کے سوا جو ادائے دین کے لیے میں رکھ چھوڑوں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیْ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوْا فَاِنْ لَمْ یَجِدْ قَالَ فَلْیَعْمَلْ بِیَدَیْهِ فَیَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَیَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ اَوْلَمْ یَفْعَلْ قَالَ فَیُعِیْنُ ذَاالْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفِ قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْهُ قَالَ فَیَامُرُ بِالْخَیْرِ قَالُوْا فَاِنْ لَّم یَفْعَلْ قَالَ فَیَمْسُكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّه لَه صَدَقَةٌ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لحاظ سے ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو؟ فرمایا: اس کو چاہیے کہ دونوں ہاتھوں سے محنت کر کے کمائے، پھر اپنے آپ کو نفع بھی پہنچائے اور خیرات بھی کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اگر وہ اس محنت والے کام کی طاقت نہ رکھتا ہو، یا یوں عرض کیا کہ اگر وہ نہ کر سکے؟ فرمایا: تو وہ جان سے یا مال سے یا کم از کم زبان سے حاجت مند پریشان حال کی مدد کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا تو وہ نیکی کی تلقین اور تبلیغ کا فریضہ انجام دے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ فرمایا تو وہ خدا کے بندوں کو برائی پہنچانے سے خود کو یا دوسروں کو باز رکھے، بس یہی اس کے لیے صدقہ ہے۔

یعنی اس نیکی پر اس کو وہ ثواب ملے گا جو خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر ملتا ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد یعقوب علی خاں
امام وخطیب مسجد خلیل اللہ

نماز کے فرائض

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے زیادہ اہمیت جس عبادت کو حاصل ہے وہ نماز ہے۔ نماز کسی بھی صورت میں معاف نہیں ہے۔ نماز ہی وہ عبادت ہے جو ایک بندے کو اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے اور اسے ہر اُس برائی سے الگ رکھتی ہے جس کے قریب جانے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ قیامت کے دن جس فرض عمل کے متعلق سب سے پہلے سوال ہوگا وہ نماز ہی ہے۔

نماز ایک غیر معمولی عبادت ہے جس کے تعلق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"الصلوۃ معراج المومنین." (شرح ابن ماجہ)

یعنی نماز میں ایمان والوں کو معراج حاصل ہوتی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

"قرۃ عینی فی الصلوۃ." (مسند احمد)

یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

تو جس عبادت میں بندے کو معراج حاصل ہو اور جس عبادت کے سبب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے، اس کی فضیلت واہمیت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

ذیل میں نماز کے فرائض بیان کیے جاتے ہیں تاکہ نماز کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

نماز کے پانچ فرائض ہیں

قیام: قیام کی حد کم سے کم یہ ہے کہ ہاتھ پھیلائے تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں اور پورا قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو۔

مسئلہ: فرض، وتر، عیدین اور فجر کی سنت نماز میں قیام فرض ہے، اس لیے یہ نمازیں کسی عذر شرعی کے بغیر بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہ ہوں گی۔

قرأت: قرأت سے مراد یہ ہے کہ تمام حروف مخارج کے ساتھ ادا کیے جائیں اس طرح کہ ہر حرف صحیح طور پر واضح ہو جائے اور قرأت اتنی آواز سے ضروری ہے کہ پڑھنے والا خود سنے اور اگر اس قدر دھیمی آواز سے پڑھا کہ خود بھی نہ سنا اور کوئی چیز مانع بھی نہ تھی تو اس صورت میں نماز نہ ہوگی۔

رکوع: رکوع سے مراد یہ ہے کہ اتنا جھکے کہ ہاتھ بڑھائے تو گھٹنے تک پہنچ جائے اس سے کم جھکا تو رکوع نہ ہوا۔

مسئلہ: ہر رکعت میں دوبار سجدہ فرض ہے۔

قعدۂ اخیرہ: قعدۂ اخیرہ یہ ہے کہ نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ اس میں ''التحیات'' مکمل پڑھی جا سکے، فرض ہے۔ اسی بیٹھنے کو قعدۂ اخیرہ کہتے ہیں۔

خروج بصنعه: قعدۂ اخیرہ کے بعد سلام، کلام وغیرہ یا کوئی ایسا عمل جان بوجھ کر نا جو نماز کے منافی ہو، وہ خروج بصنعہ کہلاتا ہے۔

مسئلہ: مقتدی کے لیے یہ بھی فرض ہے کہ امام کی نماز کو اپنے خیال میں صحیح تصور کرے اور اگر مقتدی اپنے نزدیک امام کی نماز کو باطل سمجھتا ہو تو اس کی نماز نہ ہوگی اگرچہ امام کی نماز صحیح ہو۔

☆☆☆

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کی تعلیمات

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ کی ذات محتاج تعارف نہیں۔وہ اپنے وقت کے بہترین عالم،عظیم اسلامی مفکراور عارف باللہ تھے۔اصل نام محمد بن محمداور کنیت ابوحامد ہے۔ان کی پیدائش ملک ''خراسان'' کے شہر ''طاہران'' قصبہ ''طوس'' میں ۴۵۰ ہجری مطابق ۱۰۵۲ عیسوی میں ہوئی۔شیخ ابوفضل بن محمد فارمدی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کی اور تصوف وسلوک کے اعلیٰ سے اعلیٰ منازل طے کیےاور ۵۴ رسال کی عمر میں ۲۴ر جمادی الاول ۵۰۵ ہجری میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔خدا رحمت کند ایں پاک طینت را

ادارہ

دنیا فانی ہے اور اس میں مشغول ہونے کا نقصان نفع سے زیادہ ہے اور دنیا میں پیش آنے والی پریشانیاں اس کی آسانیوں سے زیادہ ہیں، جیسے جسمانی تکلیفیں، مسائلِ دنیا میں دل کا لگا رہنا اور پھر آخرت میں ہر چیز کا الگ الگ حساب اور ایسا دردناک عذاب جس کے برداشت کرنے کی تجھ میں ہرگز طاقت نہیں،یعنی جب دنیا اور سامان دنیا میں نقصان ہی نقصان ہے تو تجھ پر لازم ہے کہ دنیا کی چیزیں صرف اسی قدر استعمال میں لائے جس سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تجھے مدد مل سکے اور ہمیشگی کی نعمتوں اور لذتوں کے لیے جنت کا انتظار کرتا رہ، جہاں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

اور تمھیں یہ بھی معلوم ہے کہ مخلوق میں وفاداری نہیں اور اس کی طرف سے فوائد کے بجائے تکلیف اور نقصان زیادہ پہنچتا ہے،تو تجھے چاہیے کہ ضرورت سے زیادہ لوگوں سے میل جول نہ رکھے،نیک باتوں میں ان سے نفع حاصل کرے اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچے،ان لوگوں سے دوستی بڑھا جن کی دوستی ہر قسم کے نقصان سے پاک ہے اور ان کی اطاعت کر جن کی اطاعت سے تجھے پشیمانی نہیں ہوگی ، اللہ کی مقدس کتاب کو اپنا رہنما بنا اور اس کے احکام کی پوری پوری پابندی کرتا رہ۔

ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ ہر حال میں تمہاری مدد کرے گا، وہم وگمان سے زیادہ تجھ پر انعام واکرام کی بارش کرے گا اور دنیا وآخرت میں ہر مشکل وقت میں تیری فریادرسی کرے گا،جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

''اِحۡفَظِ اللّٰہَ تَجِدۡہُ حَیۡثُ اِتَّجَھۡتَ.''

یعنی اگر تم اپنے کو اللہ کی ہی پناہ میں دے دوگے تو جدھر تم متوجہ ہوگے اُدھر ہی اسے موجود پاؤ گے۔

اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ شیطان خبیث ہے اور ہر وقت تجھ سے دشمنی پر کمر بستہ رہتا ہے تو اس کتے سے بچنے کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا رہ،اور کسی وقت بھی شیطان کی مکاریوں اور عیاریوں سے غافل نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کے

ذکر سے اس کتے کو بھگادے۔ جب تو اپنے اندراللہ کے دوستوں جیسا عزم اور یقین پیدا کرلے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس مردود شیطان کی کوئی چال تجھے کچھ تکلیف اور ضرر نہیں پہنچا سکے گی، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

”اِنَّہ لَیْسَ لَہ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ.“ (سورہ نحل، آیت:۹۹)

یعنی یقیناً اللہ پہ ایمان لانے والوں اور اس پر بھروسہ رکھنے والوں پر شیطان کا بس نہیں چلتا۔

ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ دنیا کی حقیقت تو یہ ہے کہ جو گزر گئی وہ گویا ایک خواب ہے اور جو باقی ہے وہ آرزوئیں ہیں اور شیطان کی حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے تو بھی اس سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر نافرمانی کرے تو بھی اس سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں۔

اور جب یہ واضح ہے کہ نفس انتہائی نادان ہے، نقصان دینے والی اور ہلاک کرنے والی چیزوں پر فریفتہ ہے، تو عقلمند اور انجام سے باخبر علما کی طرح نفس پر گرفت مضبوط رکھ، جاہلوں اور بچوں کی طرح نہ ہو جو صرف جلد حاصل ہونے والے فائدے کے بارے میں سوچتے ہیں، اسی لیے وہ نفس کی بیماریوں اور خرابیوں کو نہیں دیکھتے اور زہد وتقویٰ کی کڑوی دوا سے بھاگتے ہیں۔

تو اپنے نفس کو تقویٰ کی لگام دے، اسے ہر طرح کی بُری چیزوں سے روک جن میں یہ گرفتار ہے، جیسے فضول گفتگو، بری نگاہ، شہوت، ضرورت سے زیادہ کھانا، لمبی امیدیں، جلد بازی اور مسلمانوں کے ساتھ حسد وتکبر۔ لہٰذا صرف وہی چیزیں اسے دے جو ضروری ہیں اور بے کار کی باتوں سے اسے بچا، کیونکہ جب انسان زہد وتقویٰ کی زندگی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی طرح اس کو بھی اپنی رحمت میں لے لیتا ہے اور اپنے فضل سے اس کے ایمان کو نقصان پہنچانے والی چیز سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب خود اللہ تعالیٰ زہد وتقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے انسان کے کاموں کی کفالت کرنے لگتا ہے تو فضول اور بے کار چیزوں میں مشغول رہنے کی ضرورت اور حاجت ہی کیا ہے۔

بعض صالحین نے فرمایا ہے: میرے لیے تقویٰ آسان ہے، کیونکہ جب مجھے کسی چیز کے جائز اور ناجائز ہونے میں شک ہوتا ہے تو میں اسے ترک کردیتا ہوں۔ اس لیے کہ میرا نفس میرا فرمانبردار ہو چکا ہے جو عادت میں اُسے ڈالوں گا وہ اس کا عادی ہوجائے گا اور بے شک نفس کا یہی حال ہے، جیسا کہ ایک عربی شاعر نے بیان کیا ہے:

فَالنَّفْسُ رَاغِبَۃٌ اِذَا رَغَبْتَھَا
وَاِذَا تَرُدُّ اِلٰی قَلِیْلٍ تَقْنَعُ

یعنی نفس کو جب تو کسی چیز کی طرف مائل کرے تو وہ مائل ہوجاتا ہے اور جب تھوڑی چیز پر صبر کرنے کا عادی بنالے تو وہ اُسی پر راضی ہوجاتا ہے۔

(منہاج العابدین، ص:۱۶۸تا۱۷۰)

☆☆☆

اسرار التوحید

شیخ ابوسعید فضل اللہ بن ابی الخیر محمد بن احمد میہنی علیہ الرحمۃ والرضوان پانچویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ اور نظریۂ وحدۃ الوجود کے مبلغین میں سے ایک اہم ہستی ہیں۔ان کی پیدائش ''خراسان'' کے ''میہنہ'' گاؤں میں ۳۵۷ ہجری کو ہوئی اور ۴۴۰ ہجری میں اسی جگہ وفات پائی۔ **''اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید''** ان کی شخصیت اور ارشادات پر مشتمل ہے جو شیخ محمد بن منور نے ترتیب دی ہے۔یہ کتاب دنیائے تصوف کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے۔اس کا ترجمہ بنام **''اذکار السعید''** مولانا **رکن الدین سعیدی** نے کیا ہے جسے عام افادیت کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

ادارہ

ظلم وستم کی یہ ایک لمبی داستان ہے جس کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ صرف ''میہنہ'' کے اندر حضرت شیخ کے چھوٹے بڑے فرزندان اور متعلقین میں سے ڈیڑھ سو لوگ طرح طرح کے آہنی شکنجوں میں جکڑے گئے اور سخت تکلیف دہ اسلحوں کے ذریعے ہلاک کیے گئے اور بہت سے لوگ تہہ تیغ کردیے گئے، یہ تعداد دوسرے شہروں کے شہدا کے علاوہ ہے، اُن تمام برگزیدہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔اسی پر شیخ کے دوسرے صداقت پسند احباب اور بے شمار رفقائے کار کے بارے میں بھی قیاس کرلینا چاہیے۔

اس طرح بہت سے بزرگان دین اور رہبران طریقت زمین کی گود میں سو گئے، مسلمانوں کے ایمان واعتقاد اور دین اسلام کی عزت اس دور میں کم سے کم تر ہوتی چلی گئی، اور دین کے کام میں رجعت پسندی کا زور بڑھ گیا، افراط وتفریط کی تمام حدیں ٹوٹ گئیں جس کے سبب دینی اموراور معاملات میں حد درجہ خرافات کے دروازے کھل گئے، یہاں تک کہ ائمہ دین اور رہبران طریقت کے دور کا خاتمہ شروع ہوگیا، لیکن اللہ رب العزت نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا کہ:

''أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا .''(سورہ رعد، آیت:۴۱)

ترجمہ: کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ زمین پر ہمارا ہی حکم چلتا ہے۔

اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ارشاد نبوی اپنی حقیقت کے ساتھ پوری طرح عیاں ہو چکا ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ.

(بخاری رکتاب العلم رکیف یقبض العلم)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل ودماغ سے علم کو یوں ہی نہیں ختم کرے گا، بلکہ علما کو موت کی وادی سے گزار کر علم کو اٹھالے گا۔

اے عزیز! قرآن وحدیث کی ان عبارتوں کو سمجھ لینے کے بعد اس واقعہ پر غور کرو کہ علم کی طلب باقی ہے اور لوگ طلب علم میں مصروف ہیں، لیکن علم کے حصول کے متعلق عقیدہ اور اس کے تقاضے کو خراب نیت اور برے عمل نے پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا ہے اور اکثر مسلمانوں کے اندر مسلمانی

کا صرف دعویٰ اور نام ہی باقی رہ گیا ہے اور طریقت وحقیقت کے بارے میں ان لوگوں نے صرف ظاہری رسم ورواج ہی پر قناعت کرلی ہے۔

مذکورہ بالا دردناک صورت حال کے پیش نظر مجھ ضعیف کے دل میں اللہ کے فضل سے ایک جذبہ پیدا ہوا، اور مریدوں کی درخواست بھی اس کا سبب بنی کہ اپنے دادا سلطان طریقت ، برہان حقیقت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ روحہ العزیز کے مضامین ومقالات اور حالات زندگی وروحانی ورثے کی شرح وتفصیل کے لیے ایک مجموعہ کتابی شکل میں تیار کیا جائے، تاکہ یہ کتاب راہ طریقت میں داخل ہونے کی رغبت کو اور زیادہ کردے اور حقیقت کی راہ پر چلنے والے سالکین کے حق میں یہ ایک رہبر وپیشوا کا کام کر سکے، اس تعلق سے یہ آیت ذہن نشین رہے کہ:

وَإِنَّا عَلٰى اٰثَارِهِم مُّهْتَدُونَ.

(سورہ زخرف، آیت:۲۲)

ترجمہ: اور ہم اپنے بزرگوں کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں۔

وہ لوگ جو صفائے قلب کی دولت سے مالا مال ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت کے خاص مستحق ہیں، ان کے تعلق سے ارشاد ہوا ہے کہ:

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ.

(سورۂ انعام، آیت:۹۱)

ترجمہ: یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے صحیح راہ پر گامزن فرمایا ہے ان ہی کی پیروی کرو۔

واضح رہے کہ وقت کے بدل جانے ، غارت گری کے حادثے رونما ہو جانے ، پے در پے لوٹ مار اور قتل وتباہی کے باعث ''میہنہ'' میں صورت حال اس حد تک جا پہنچی تھی کہ ہمارے شیخ قدس اللہ روحہ العزیز کی تربت اور آستانہ یعنی مشہد کے علاوہ حضرت شیخ کے کوئی آثار اور نشانیاں ثابت ومحفوظ نہ بچی تھیں، اس وجہ سے بے تحاشا جدوجہد کرنے کے باوجود مطلوبہ مواد میں سے بہت مختصر دست یاب ہو سکا، اور بکھری ہوئی چیزوں میں سے جو کچھ مل سکا، اسے محفوظ کر لیا گیا، ورنہ جو کچھ دل اور دماغ میں محفوظ تھا وہ مصیبت کی یلغار اور قتل وغارت گری کی وجہ سے فراموش ہو چکا تھا، اور واقعہ اس محاورہ کے مطابق ہو گیا تھا کہ: **شُغْلِیُ الشَّعِيْرَ عَنِ الشِّعْرِ شَعِيْرٌ.** یعنی روٹی کی فکر نے مجھے شعر گوئی سے محروم کر دیا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے شیخ قدس اللہ روحہ العزیز کی عمر ہزار ماہ تھی ، جس کا مجموعہ ۸۳ سال بنتا ہے۔ دادا محترم نے وداعی (آخری) تقریب کے موقع پر اپنے مبارک کلمات میں ارشاد فرمایا تھا کہ:

ہماری زندگی کے ہزار ماہ مکمل ہو چکے ہیں، اب ہزار ماہ کے بعد مزید سلسلۂ حیات برقرار نہ رہے گا، مشکل یہ ہے کہ اس مدت کے مکمل حالات کو ضبط تحریر میں کیسے لایا جا سکتا ہے، یا ان کو محفوظ رکھنے کی کیا صورت نکالی جا سکتی ہے؟

میرا خیال یہ ہے کہ ایسا کرنا امر محال ہوگا، اس لیے کہ کسی شخص کے عمر بھر کے ارشادات وافعال اور نشست وبرخاست کو جوں کا توں نقل کرنا ممکن نہیں، البتہ جو کچھ اس عاجز کے بس میں تھا اور صلاحیت کا جو کچھ اس میں دخل تھا، وہ میں نے کیا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی ، بلکہ میں نے اس میں اپنی کوشش کی آخری سے آخری پونجی بھی لگا دی ہے اور مواد کی صحت میں اپنی تمام تر ممکنہ صلاحیتیں صرف کر دیں، مواد کے جن جن حصوں میں روایتی خلل یا اسنادی شبہہ تھا، اسے بے دریغ کتاب کے مضامین سے ختم کر دیا اور اُسے کتاب میں شامل نہیں کیا۔

(باقی آئندہ)

حسن سعید صفوی

سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام

تاریخ اسلام کے ہر دور میں ایسی انگنت شخصیات پیدا ہوئیں جو مختلف علوم ومعارف پر عبور رکھتے ہوئے وہ عظیم کارنامے انجام دے گئیں جن سے دنیائے انسانیت نے بہت فائدہ اٹھایا اور رہتی دنیا تک انھیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

انھیں عظیم اور عبقری شخصیات میں ساتویں صدی ہجری کے مفکر، عالم و زاھد سلطان العلماء شیخ الاسلام علامہ عزالدین بن عبد السلام شافعی (۵۷۷ھ/۶۶۰ھ) کا بھی شمار ہوتا ہے۔

ولادت باسعادت

آپ کا اسم گرامی عبدالعزیز بن عبدالسلام، کنیت ابومحمد اور لقب سلطان العلماء، شیخ الاسلام اور عز الدین ہے، ان میں ''عزالدین'' سے آپ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی ولادت ۵۷۷ ہجری یا ۵۷۸ ہجری میں دمشق میں ہوئی۔

حصول تعلیم

پہلے آپ نے اپنے وطن کے جلیل القدر علماء سے علمی استفادہ کیا، علامہ فخر بن عساکر سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، امام سیف الدین آمدی سے اصول فقہ کا درس لیا اور امام عمر بن طبرزد وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی اور فقہ واصول فقہ اور عربی علوم میں مہارت حاصل کی۔

علمی شان

امام ذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' میں فرماتے ہیں: فقہ ومذہب کی معلومات میں آپ مرجع خلائق تھے اور مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔

مصر تشریف لے گئے اور وہاں بیس سال سے زیادہ عرصے تک رہے۔ بڑی بے باکی، بے خوفی اور کمال جرأت مندی سے ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کا فریضہ انجام دیتے رہے، یہاں تک کہ بادشاہوں سے بھی ناراض ہوجاتے اور ان کے ساتھ بھی دینی امور میں سختی کے ساتھ پیش آتے۔

(حسن المحاضرۃ للسیوطی: ۲۹۱/۱)

آپ جب مصر تشریف لائے تو امام ذکی الدین منذری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ بہت ادب سے پیش آئے اور آپ کی آمد کے بعد فتوی دینا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ ان کی تشریف آوری سے پہلے ہم فتوی دیا کرتے تھے لیکن اب ان کی موجودگی میں یہ منصب انھیں کے لیے خاص ہوگیا ہے۔ مصر میں آپ نے قرآن مجید کی تفسیر کا درس بھی شروع کیا۔ (مرجع سابق)

امام ابوالحسن شاذلی قدس سرہ فرماتے ہیں: مجھ سے کہا گیا کہ روئے زمین پر شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی مجلس فقہ سے بہتر کسی کی مجلس فقہ نہیں ہے اور روئے زمین پر شیخ زکی الدین عبد العظیم منذری کی مجلس حدیث سے بڑھ کر کسی کی مجلس حدیث نہیں ہے اور اس روئے زمین پر آپ کی مجلس حقائق ومعارف سے بڑھ کر کسی کی مجلس نہیں ہے۔ شیخ جمال الدین ابن الحاجب فرماتے ہیں: ابن عبدالسلام امام غزالی سے زیادہ فقیہ ہیں۔

(طبقات الشافعیہ للسبکی: ۲۱۴/۸)

درس وتدریس

درس وتدریس میں آپ کی نظیر نہ تھی، آپ نے عظیم اور بے نظیر تلامذہ کی ایک بڑی جماعت چھوڑی، مشہور تلامذہ میں شیخ الاسلام ابن دقیق العید (م:۷۰۲ھ) جنھوں نے آپ کو ”سلطان العلماء“ کا لقب دیا۔ امام علاء الدین باجی (م:۷۱۴)اور حافظ ابومحمد دمیاطی (م:۷۰۵)وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(طبقات:۲۰۹/۸)

تصانیف

آپ نے بیش بہا تصانیف بھی یادگار چھوڑی ہیں، جن میں چند یہ ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن ۲۔مجاز القرآن

۳۔ الفتاوی الموصلیة ۴۔مختصر النهایة

۵۔ شجرة المعارف ۶۔القواعد الصغری

۷۔شرح الاسماء الحسنی

۸۔ بدایة السول فی تفضیل الرسول

۹۔قواعد الاحکام فی مصالح الانام (القواعد الکبری)

وغیرہ مشہور ومعروف تصانیف ہیں۔

(حسن المحاضرہ للسیوطی:۲۹۲/۱)

خلافت

آپ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ (م:۶۳۲ھ) کے خلیفہ ہیں اور آپ کی خدمت میں رہ کر رسالہ قشیریہ پڑھا۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی:۲۱۴/۸)

بزرگوں کی تعظیم

امام ابوالحسن شاذلی قدس سرہ (م:۶۵۶ھ) کی خدمت میں حاضر ہوتے، اُن کی باتیں سنتے اور اُن کی حد درجہ تعظیم وتوقیر کرتے۔

علمی دیانت

آپ کی جرأت ایمانی اور حق گوئی کا حال یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے کوئی فتوی دیا، بعد میں آپ پر یہ منکشف ہوا کہ جواب غلط تھا تو آپ نے مصر وقاہرہ میں یہ اعلان کرادیا کہ ابن عبد السلام نے جو فتوی دیا ہے اس پر عمل نہ کیا جائے وہ غلط تھا۔

(حسن المحاضرۃ:۲۹۲/۱)

آپ نے فرمایا:

إِنَّ الْمُصَافَحَةَ بَعْدَ الصُّبْحِ وَ الْعَصْرِ بِدْعَةٌ مُبَاحَةٌ.

یعنی فجر وعصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت مباحہ ہے۔

(طبقات لابن قاضی شہبہ:۱۴۰/۲)

سماع

شدت وصلابت اور زہد وتقوی کے باوجود آپ کو بہت سارے اشعار ونوادر یاد تھے، نیز آپ محفل سماع میں تشریف لے جاتے اور وجد ورقص فرماتے تھے۔

(الکواب الدریہ للمناوی:۱۱۱/۲)

وصال

۱۰ر جمادی الاولی ۶۶۰ہجری مطابق ۱۲۶۲ عیسوی میں ۸۳ر سال کی عمر میں خالق حقیقی سے جا ملے اور قُرافہ (قاہرہ کا مشہور قبرستان) میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆

مولانا امام الدین سعیدی

توحید باری تعالیٰ

ہمارے ایمان وعقیدے کے بہت سے ارکان اور اصول ہیں مگر سب کی بنیاد اور جڑ توحید ہے، اس لیے سب سے پہلے توحید کی حقیقت کا جاننا بے حد ضروری ہے۔

توحید کے یوں تو بہت سے گوشے اور پہلو ہیں، لیکن سب سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ اللہ ایک ہے پاک اور بے عیب ہے۔ اس کے لیے قرآن مقدس کی اس سورۂ مبارکہ کو پیش نظر رکھیے جس میں نہایت مختصر اور واضح انداز میں ان امور کو بیان کیا گیا ہے، یعنی ''سورۂ اخلاص'' جسے قرآن کا ایک تہائی حصہ بھی قرار دیا گیا ہے اور ''سورۂ اساس'' بھی، جیسا کہ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

أُسِّسَتِ السَّمٰوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ السَّبْعُ عَلٰی قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ. (جمع الجوامع للسیوطی)

یعنی ساتوں زمین وآسمان کی بنیاد ''قل ھو اللہ احد'' پر رکھی گئی ہے۔

اس مقدس سورہ سے بہتر خدا کی شان کا بیان کہیں اور نہیں ملتا۔ اس کے اندر اُن صفات کا ذکر موجود ہے جو ذات باری تعالیٰ کے لیے مطلوب ہیں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُواً أَحَدٌ،

قل ھو اللہ احد : اے رسول! آپ فرمادیجئے کہ اللہ ایک ہے۔

اللہ کی یہ پہلی صفت ہے کہ وہ ایک ہے، اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ اس کی کوئی مثل ہے اور نہ کوئی مثال، نہ اس کی ذات میں، نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ وہ ہر خوبی میں یکتا ہے اور ہر کمال میں یگانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر خود یہ پوری کائنات گواہی دے رہی ہے۔ رات اور دن کا آنا جانا، چاند وسورج کا مقررہ وقت پہ نکلنا اور ڈوبنا، ہوا کا چلنا اور بارش کا ہونا۔ گویا کہ اس کائنات کا پورا نظام اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ اگر اس جہان کا خدا ایک کے بجائے کئی ایک ہوتے تو یہ نظام عالم قائم نہیں رہ پاتا، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا.

(سورہ انبیا، آیت:۲۲)

یعنی اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے تو ان میں فساد برپا ہو جاتا۔

اس لیے کہ جتنے معبود ہوتے اتنی ہی مرضی ہوتی۔ ایک چاہتا کہ ابھی بارش ہو، دوسرا چاہتا کہ ابھی دھوپ نکلے۔ اس طرح تمام کائنات میں فساد برپا ہو جاتا اور پورا نظام درہم

برہم ہوکر رہ جاتا، جبکہ ابھی تک ایسا نہیں ہوا، بلکہ کائنات کا ہر نظام ایک مقررہ اصول کے تحت چل رہا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ پوری کائنات میں ایک ہی حکمران کا حکم نافذ ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات۔

اللّٰہ الصمد: اللہ بے نیاز ہے۔

اللہ کی یہ دوسری صفت ہے کہ وہ بے نیاز ہے۔ صمد کا معنی ہوتا ہے جس کی طرف حاجت پوری کرنے کے لیے قصد کیا جائے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ سب کے سب اللہ کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اُسے کسی کی ضرورت نہیں، کسی چیز کی حاجت نہیں، نہ کسی معاون و مددگار کی اور نہ کسی مشیر کی، کیونکہ اُسے اگر کسی کی ضرورت ہو تو پھر اس کا محتاج ہونا لازم آئے گا اور یہ اللہ کے لیے محال ہے، قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ. (سورہ محمد، آیت:۳۸)

یعنی اللہ بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

اس کی شان بے نیازی کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ نہ اس کو کسی کی عبادت کی ضرورت ہے اور نہ کسی کے حمد و ثنا کی۔ اگر ساری کائنات اس کی بارگاہ میں سر بہ سجود ہو جائے اور اس کی تسبیح و تہلیل اور تعریف و توصیف میں مشغول ہو جائے تب بھی وہ کمال والا ہے اور اگر کوئی اس کو نہ مانے، یا دنیا میں کوئی اس کا نام لینے والا نہ رہے، تب بھی وہ کمال والا ہے، اس کے سبب اس کی شان و عظمت میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

گر ہمہ مردم وملک خاک شوند بر درت
دامن عزت ترا گردِ زوال کے رسد

ترجمہ: اے اللہ! اگر تمام انسان اور فرشتے تیری بارگاہ بے نیازی میں اپنے آپ کو فنا کردیں پھر بھی تیرے دامن عزت پر کچھ آنچ نہیں آسکتی۔

اس کی شان کبریائی ہر آن نئی شان کی مصداق ہے۔ شان بے نیازی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے اپنا محبوب بنا لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسے اپنے سے دور کردیتا ہے، نہ وہ رنگ دیکھتا ہے، نہ نسل اور نہ ہی کوئی خطہ دیکھتا ہے۔

لم یلد و لم یو لد: نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کوئی اس کا باپ۔

اللہ کی یہ تیسری صفت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا لڑکا ہے۔ اس میں جنس اور مشابہ کی نفی ہے، ظاہر ہے اس کا کوئی جنس نہیں کہ اس سے کوئی اولاد کا تصور ہو۔ مزید جو اُس کا لڑکا ہوگا تو وہ بھی جنس کہلائے گا، اس کی صفات و عادات میں شریک ہوگا اور اللہ کی صفات میں کسی کا شریک ہونا محال ہے، اس لیے یہ عقیدہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ اس کی کوئی بیوی ہے، نہ لڑکا ہے اور نہ باپ، کیونکہ یہ سب حادث ہونے پر دلیل ہیں اور اللہ حادث نہیں بلکہ وہ قدیم ہے۔

لم یکن له کفوا احد: اس کا ہمسر کوئی نہیں۔

اللہ کی یہ چوتھی صفت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جوڑ کا کوئی نہیں۔ پوری کائنات میں کوئی بھی شئے خواہ کتنی ہی عظمت والی ہو، اس کے برابر کی نہیں ہے، نہ وجود حقیقی میں نہ قدرت میں، نہ طاقت میں نہ حکومت میں اور نہ کمال میں:

''لَیۡسَ کَمِثۡلِه شَیۡءٌ.'' (سورہ شوریٰ، آیت:۱۱)

یعنی اس کی طرح کوئی چیز نہیں۔ اس کی ہمسری کرنے کے لیے اس کی طرح کی خوبی و کمال چاہیے اور جب کوئی اس کی بے پناہ قدرت کاملہ کا اندازہ ہی نہیں کرسکتا تو پھر ہمسری کے دعوے کی کیا مجال:

اے زخیال ما بروں در تو خیال کے رسد
با صفت تو عقل را لاف کمال کے رسد

(امیر خسرو)

یعنی اے وہ ذات جو ہمارے وہم و خیال میں آنے والی نہیں ہے تجھ تک ہماری رسائی کیسے ہوسکتی ہے کیونکہ کمتر عقل کی یہ مجال کہاں کہ وہ تیری صفات تک پہنچ سکے۔

گویا اس کائنات کی کوئی بھی شئے اس کی طرح نہیں جس سے اس کو تشبیہ دی جائے۔ وہ صورت اور شکل سے پاک ہے، جسم و مکان سے پاک ہے، این و کیف سے بالاتر ہے، البتہ وہ اپنے صفات اور مظاہر سے جانا جاتا ہے۔

ایک مادی مثال کے ذریعے اس مسئلے کو سمجھا جاسکتا ہے، لیکن واضح رہے کہ وہ ہر مثال اور نظیر سے پاک ہے، جیسے بجلی کیسی ہوتی ہے؟ کس شکل کی ہوتی ہے؟ اس کا علم کسی کو بھی نہیں، اس کی حقیقت کا ادراک خود بجلی بنانے والے کو بھی حاصل نہیں، بس بلب کے جلنے سے اور پنکھا چلنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بجلی ہے اور وہ جو روح اور مادہ سے پاک ہے، بلاشبہ اس ذات غیب الغیب کی حقیقت اس سے کہیں بالاتر ہے،

وَرَاءُ الوَرَاء ثُمَّ وَرَاءُ الوَرَاء.

جو لکھا سو خبط جو کہا سو جنوں
تَعَالٰی شَانُه عَمَّا یصفون

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کسی کی روزی نہیں روکتا

حضرت بہلول قدس سرہ سے ایک خلیفہ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ تمھارا روزینہ مقرر کردوں تا کہ تمھارا دل اس میں الجھا نہ رہے۔ حضرت بہلول نے کہا کہ: میں ایسا کر لیتا اگر چند عیب نہ ہوتے۔ اول یہ کہ تو نہیں جانتا کہ مجھے کیا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ تجھے نہیں معلوم کہ کب چاہیے۔ تیسرے یہ کہ تجھے اس کا علم نہیں کہ کتنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ یہ سب جانتا ہے اور اپنی حکمت کاملہ سے پہنچا دیتا ہے۔ پھر ایک بات اور بھی ہے ہوسکتا ہے کہ تو مجھ سے ناراض ہوجائے اور اس روز تو میرا مقررہ روزینہ روک لے اور اللہ تعالیٰ کسی گناہ کے باعث بھی روزی نہیں روکتا۔ (سبع سنابل، ص:۲۱۰)

مولانااشتیاق عالم مصباحی

جہاد کا حقیقی مطلب

" وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا."

لفظ "جہاد" جب بھی بولا جاتا ہے تو عام طور سے لوگ اس کا معنی "قتال اور جنگ" سمجھتے ہیں جب کہ لغت میں "جہاد" کا معنی پوری طاقت صرف کرنے اور کوشش کرنے کے ہیں، قرآن مقدس میں ہے:

" وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِه."

(سورہ حج، آیت:۷۸)

ترجمہ: اللہ کے راستے میں پوری کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔

قرآن مقدس میں جہاں جنگ کی بات کی گئی ہے وہاں پر لفظ "قتال" کا استعمال ہوا ہے مثلاً:

"کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ." (سورہ بقرہ، آیت:۲۱۶)

ترجمہ: تم پر قتال فرض کر دیا گیا۔

"فَاِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ." (سورہ توبہ، آیت:۵)

ترجمہ: جب حرمت والے مہینے ختم ہو جائیں تو مشرکوں سے قتال کرو۔

لیکن جہاں لفظ "جہاد" کا استعمال ہوا ہے وہاں "جہاد" سے مراد صرف قتال ہی نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی "کوشش" بھی لیا گیا ہے، اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

" وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا."

(سورہ عنکبوت، آیت:۶۹)

ترجمہ: جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم انھیں اپنی راہ دکھاتے ہیں۔

سورۂ لقمان میں ہے:

" وَجَاهِدْهُم بِه جِهَاداً کَبِیْرًا." (آیت:۵۲)

ترجمہ: قرآن کے ذریعے دعوت الی اللہ کی بھرپور کوشش کرو۔

یہ دونوں آیتیں مکی ہیں یعنی مکہ شریف میں نازل ہوئی ہیں جبکہ جنگ مکہ معظّمہ سے ہجرت کرنے کے بعد واجب ہوئی ہے۔

جہاد کی اصطلاحی تعریف

دین کے غلبے، اس کی حفاظت اور دعوت و تبلیغ کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا اور اس پر اپنا مال، اپنی زندگی اور اپنی زبانی قوت خرچ کرنے کا نام "جہاد" ہے۔

عام طور سے جسے ہم جہاد سمجھتے ہیں یعنی قتال، وہ جہاد کی آخری منزل اور اس کی ایک خاص قسم ہے، یعنی دشمن طاقتوں کو توڑنا، ان کی ہر تدبیر کو بےکار بنانا، ان کے حملوں کو روکنا اور ان سے مقابلے کے لیے ہر وقت تیار رہنا، وہ بھی اس وقت جب کہ دین قائم ہو اور صلح کی کوئی گنجائش نہ ہو، قرآن مقدس میں ہے:

"وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا."
(سورہ انفال، آیت:٦١)

ترجمہ: اگر وہ لوگ صلح کے لیے آمادہ ہوں تو صلح کر لو۔

کیونکہ اگر صلح کی کوئی صورت نکل آتی ہے تو اس وقت جنگ کرنا اور خون بہانا جائز نہیں، اس لیے کہ قتال مشرکوں اور کافروں کے سر قلم کرنے کے لیے واجب نہیں ہوا ہے بلکہ قتال کا مقصد شرک وکفر کا خاتمہ ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ." (سورہ انفال، آیت:٣٩)

یعنی جب تک فتنہ ختم نہ ہو جائے اور دین خالص اللہ کے لیے نہ ہو جائے اس وقت تک مشرکوں سے جنگ کرو۔

اسلام پاک اور صاف ستھرے مذہب کا نام ہے جو دنیا سے ظلم و جبر ختم کرنے اور عدل وانصاف قائم کرنے کا بہترین نظام ہمیں عطا کرتا ہے، جس میں ظلم کا شائبہ اور اس کی تھوڑی سی بو بھی ہو تو اسلام ہمیں ان چیزوں سے الگ رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔

ایک بار ٹھیک میدان جنگ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سامنے مشرکین کی جماعت سے ایک شخص آیا اور کلمۂ طیبہ "لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" اس کی زبان سے نکلا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا سر قلم کر دیا، یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، آپ کے سوال پر حضرت اسامہ نے عرض کیا کہ اس نے تلوار کے خوف سے اسلام ظاہر کیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کا سینہ چیر کر دیکھا تھا؟

جہاد کے اقسام

جہاد کی موٹی موٹی تین قسمیں ہیں:

١۔ جہاد بالنفس، یعنی نفس سے جہاد کرنا
٢۔ جہاد بالمال، یعنی مال کے ذریعے جہاد کرنا
٣۔ جہاد باللسان، یعنی زبان کے ذریعے جہاد کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ." (ابوداؤد: کتاب الجہاد)

یعنی اپنے مال، اپنی جان اور اپنی زبانی قوت خرچ کر کے دین کی حفاظت اور اس کی سربلندی کے لیے مشرکین سے جہاد کرو۔

جہاد بالنفس

علامہ اسماعیل حقی نے جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے:

"استفراغ الوسع فی مدافعة العدو."

یعنی دشمن سے مقابلے کے لیے ہر طرح سے کوشش کرنا، مزید لکھتے ہیں کہ جہاد ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے دشمنوں کو شامل ہے، ظاہری دشمن کفار ومشرکین ہیں اور باطنی دشمن سے مراد نفس اور شیطان ہے۔

حضرت ابن عطا اسکندری نے کہا ہے کہ: مخلوق سے الگ ہو کر خالق کا ہو جانا، یہی مجاہدہ اور جہاد ہے، یعنی اپنی نفسانی خواہشات سے مسلسل جدوجہد اور صبر آزما جنگ کا نام جہاد ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ

الْهَوىٰ، فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَأْوٰی۔"

(سورہ نازعات: ۴۰/۴۱)

یعنی جو لوگ اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور خواہش نفس سے بچتے ہیں، ان کا ٹھکانا جنت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ تَجَاهَدَ نَفْسَکَ وَهَوَاکَ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ۔" (دیلمی، بحوالہ جمع الجوامع)

ترجمہ: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ تم اپنی خواہش اور نفس کے خلاف اللہ کی راہ میں مستقل کوشش کرو۔

یعنی جس طرح تم اپنے دشمنوں سے مقابلے کے لیے ان کے ہر حربے اور چال پر نظر رکھتے ہو، اسی طرح اپنے نفس پر نظر رکھو، جو تمہارا اصلی اور ازلی دشمن ہے۔

یہی سبب ہے کہ خواہشات نفس سے جنگ کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "جہاد اکبر" کہا ہے اور جو ہمیشہ نفس پر نظر رکھتے ہیں انھیں مبارک بادی بھی پیش کی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"مَرْحَباً بِکُمْ قَدِمْتُمْ مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ قِیْلَ وَمَا الْجِهَادُ الْاَکْبَرُ ؟قَالَ جِهَادُ النَّفْسِ۔" (بیہقی بحوالہ جمع الجوامع)

ترجمہ: مبارک ہو! تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے، عرض کیا گیا کہ جہاد اکبر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ جہاد بالنفس ہے۔

واضح رہے کہ جہاد اکبر کے بغیر جہاد اصغر کا تصور ناقص ہے، حقیقت میں وہی شخص اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جنگ میں اتر سکتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ و رسول کی مرضی کے مطابق کر چکا ہو۔

جہاد بالمال

دین حق کی سر بلندی کے لیے اپنی دولت، تخت و تاج سب کو قربان کر دینا، جہاد بالمال ہے، اس کی بہترین مثال غزوۂ تبوک ہے، جس میں جانثار صحابہ کرام نے ڈھائی اور پانچ فیصد ہی نہیں بلکہ اپنی آدھی دولت اور بعض نے تو پوری دولت اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔

جہاد باللسان

جہاد باللسان کو دوسرے لفظوں میں جہاد بالعلم بھی کہا جاتا ہے، یعنی اپنی زبانی قوت، تقریر، تحریر، تدریس اور وعظ و نصیحت کے ذریعے دین کا غلبہ اور اس کی حفاظت وحمایت کرنا اور دنیا سے تمام شر و فساد مٹانے کی کوشش کرنے کا نام جہاد باللسان ہے۔

عصر حاضر میں جہاد بالنفس اپنے عرفی معنی کے اعتبار سے واجب نہیں ہے، لیکن اپنے اصلی اور حقیقی معنی کے لحاظ سے جہاد کی یہ جملہ صورتیں آج بھی بلکہ ہر وقت واجب ہیں۔

مقصد جہاد

اسلامی جہاد خون بہانے، جانی و مالی نقصان پہنچانے اور ظلم و زیادتی کا نام نہیں ہے، بلکہ دنیا والوں کو دنیا کے خالق و مالک سے رشتہ مضبوط کرنے، اس کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کی مکمل اتباع کرنے کا نام ہے اور یہی جہاد کا اصل مقصد ہے۔

مزید جہاد کے یہ چند مقاصد بھی ہو سکتے ہیں، جیسے:

۱۔غلبہ دین اور اسلامی نظام کا قیام
۲۔آیات الٰہیہ کی حفاظت
۳۔دنیا سے شر وفساد کا خاتمہ
۴۔انقطاع عن الخلق، یعنی دنیا سے بالکل الگ تھلگ ہو جانا

غلبہ دین اور اسلامی نظام

اس کا مطلب یہ ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح سے دین کو غالب کرنے کی کوشش کرنا، یعنی اگر دین کے لیے قرض لینے کی ضرورت پڑ جائے تو قرض لے کر، اگر خود کفیل ہو تو اپنا مال خرچ کر کے، اگر تنگدست ہو تو اپنی محنت ومشقت اور جسمانی قوت صرف کر کے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنی زبانی قوت، تقریر، تحریر اور وعظ ونصیحت کے ذریعے اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش وغیرہ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی زبان سے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل سے برا جانے۔ (صحیح مسلم)

آیات الٰہیہ کی حفاظت

آیات، آیت کی جمع ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں۔ جب ''آیت اللّٰہ'' بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ نشانی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہو۔ عام طور سے لوگ آیت سے قرآنی آیات سمجھتے ہیں، حالانکہ جملہ مخلوقات، علما باللہ، صلحا، صوفیا اور اولیا سب اللہ کی نشانیاں ہیں، کیونکہ انھیں دیکھنے سے بھی اللہ کی یاد آتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''إِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُوا مَعَهُمْ'' (سورہ نسا، آیت:۱۴۰)

ترجمہ: جب تم اللہ کی آیتوں کا انکار اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو ایسے لوگوں سے الگ ہو جاؤ۔

شر وفساد کا خاتمہ

اللہ تعالیٰ فسادیوں کو محبوب نہیں رکھتا خواہ وہ فساد زمین میں ہو یا بندے کے نفس میں، انسان کا وجود ایک ملک کی حیثیت رکھتا ہے جس میں کسی طرح کا فساد اللہ کو پسند نہیں ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''وَأَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِيْ الْأَرْضِ.'' (سورہ قصص، آیت:۷۷)

ترجمہ: جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے اسی طرح تم بندوں کے ساتھ احسان کرو اور زمین میں گناہ اور ظلم وزیادتی کر کے فساد نہ پھیلاؤ۔

انقطاع عن المخلوق

یعنی تمام مخلوقات سے الگ ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہو جانا، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

''وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً.''

(سورہ یونس، آیت:۱۰۵)

ترجمہ: تمام سے الگ ہو کر اپنا وجود صرف دین کے لیے کر لو۔

اب اگر کوئی جہاد اس کسوٹی پر پورا نہیں اترتا تو یقین جان لیجئے کہ وہ سہی معنوں میں اسلامی جہاد نہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو جہاد کا صحیح معنی اور مفہوم سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

ابرار رضا مصباحی

حیاتِ انسانی کا بہترین دستور

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جتنے ارشادات اور خطبات ہیں سب فطری تقاضوں اور دینی و دنیاوی ضابطوں سے پُر ہیں اور بلا تفریق مذاہب پوری دنیائے انسانیت کی خیر و فلاح کے لیے روشن پیغام اور رہنما اصول ہیں۔ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات مقدسہ کے آخری دور میں حج کے موقع پر ایک تاریخی خطبہ دیا جو' حجۃ الوداع' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا یہ انمول خطبہ انتہائی فصیح و بلیغ اور سادہ و سلیس زبان میں ہونے کے ساتھ، مقصد انسانی، تعلیمات اسلامی اور احکام قرآنی کا بہترین خلاصہ اور عمدہ تفسیر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

- اے لوگو! غور سے سنو! بخدا مجھے معلوم نہیں کہ آج کے بعد اس جگہ تم سے مل سکوں گا یا نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جس نے آج کے دن میری باتیں سنیں اور انھیں یاد کیا، کیوں کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں سمجھداری کی باتیں یاد تو ہوتی ہیں لیکن انہیں ان کی سمجھ حاصل نہیں ہوتی اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو سمجھداری کی باتوں کو یاد کر کے ایسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو اُن سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں۔

(الکفایہ فی علم الروایہ، ص:۱۹۰)

- اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان کا دامن تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت۔

(سیرۃ النبویہ، جلد:۶، ص:۱۰)

- آگاہ رہو! ان چار باتوں سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اللہ کی حرام کردہ کسی جان کو ناحق قتل نہ کرنا۔ نہ زنا کرنا اور نہ چوری کرنا۔ (مسند احمد، ص:۱۸۲۲۰)
- اے لوگو! تمھارا رب ایک ہے اور تمھارا باپ بھی ایک۔ آگاہ رہو! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سفید فام کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو کسی سفید فام پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت کا مستحق وہ ہے جو شریعت کا زیادہ پابند ہے۔

(شعب الایمان، ص:۵۱۳۷)

- تمھارے خون اور مال اور آبرو تم پر اِس حرمت والے دن اِس حرمت والے مہینے کی مانند حرام ہیں اور اِس حرمت والے شہر کی مانند حرام ہیں، اُس دن تک جب تم اپنے رب کے سامنے پیش ہوگے، حتی کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو ناجائز طور پر تکلیف پہنچانے کے لیے دھکا بھی دیتا ہے تو وہ بھی حرام ہے۔ (مسند البزار، ص:۳۷۵۲)
- دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔ پہلے اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں پر خرچ کرو، پھر درجہ بدرجہ اپنے قریبی

رشتہ داروں پر۔ (معجم الشیوخ، ص:۳۱)

- کوئی بھی زیادتی کرنے والا اس کا خمیازہ خود ہی بھگتے گا۔ سنو! نہ باپ کی زیادتی کا بدلہ اس کے بیٹے سے لیا جائے اور نہ بیٹے کی زیادتی کا بدلہ اس کے باپ سے۔ (ترمذی، ص:۳۰۱۲)

حجۃ الوداع کے یہ نکات انتہائی بصیرت افروز ہیں جو نہ صرف امت مسلمہ کے لیے نظام زندگی کا بہترین دستور ہیں بلکہ دیگر قوموں کے لیے بھی عظیم نسخے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ خطبے کا بغور جائزہ لیں تو اس کے ہر جملے میں انسانی ہمدردی، دینی و مذہبی خیر خواہی اور سیاسی و سماجی امور کی رہنمائی کے واضح اثرات نظر آئیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام انسانی زندگی سے لے کر خاص زندگی تک کی رہنمائی کا سچا نمونہ پیش کیا ہے۔ قرآن و سنت پر عمل کی ترغیب دی ہے۔ اللہ سے نہ ٹوٹنے والا ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے۔ زنا اور چوری جیسے جرائم سے بچنے کی تلقین فرما کر اخلاقی اور معاشرتی برائیوں پر روک لگائی ہے۔ انسانی خون، اس کے مال و اسباب اور اس کی عزت و آبرو کو قابل احترام قرار دے کر ملک و معاشرے میں پیدا ہونے والے فتنہ اور فساد سے انسان کو تحفظ عطا کیا ہے۔ ساتھ ہی بڑی خوبی سے آپسی تعاون، محبت و ہمدردی، اقربا اور غربا پروری کا جذبہ دل میں بٹھایا ہے۔ پھر یہ کہہ کر کہ ہر شخص انفرادی طور پر اپنے اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، اجتماعی طرز معاشرت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔

علاوہ ازیں ایک دوسرے پر بیجا ظلم اور ستم ڈھانا۔ کسی کو ناحق نقصان پہنچانا جیسے عمل کو بڑی سختی سے روکا ہے اور سب کے ساتھ حسن سلوک و حسن معاملات کا درس دیا ہے۔ مردوں کو عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی وصیت فرمائی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے، اس کی حفاظت کرنا انسانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور ان کے حقوق کا بہر حال خیال رکھو۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ خطبہ باہمی انسانی رشتے، اخوت و محبت، مساوات اور اتحاد و یکجہتی کا انوکھا پیغام ہے۔ اس میں انسانی زندگی کی فلاح و بہبود کے ان تمام کارگر نسخوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے جنھیں اپنا کر ایک مثالی زندگی پیش کی جا سکتی ہے۔

لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ محض یہ کہہ دینا کافی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اسوۂ حسنہ'' کا مکمل نچوڑ ''حجۃ الوداع'' کے خطبے میں پیش کر دیا ہے اور ایسا بہترین نمونہ چھوڑا ہے کہ اپنے تو اپنے اگر اسے غیر بھی اپنا لے تو زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

زندگی کے تمام شعبوں میں یہ تو ہر مسلمان کہتا ہے کہ ''حجۃ الوداع'' کا خطبہ پوری انسانیت کی فلاح و صلاح کا ضامن ہے مگر کسی نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ مسلمان اپنی زندگی میں اس خطبے کو کتنی اہمیت دے رہا ہے؟ اس کی زندگی اس خطبے سے کس قدر میل کھا رہی ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں، تو اب صرف زبانی جمع خرچ نہ کیا جائے کہ ''حجۃ الوداع'' انسانی حیات کا نمونہ ہے بلکہ اس کو اپنا کر اس کا عملی نمونہ پیش کیا جائے، ورنہ انسان سب کچھ تو ہو سکتا ہے ایک سچا اور پکا مسلمان نہیں:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

+++

جہانگیر حسن

شکر ہزار نعمت ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو شکر جیسی انمول نعمت دے کر اُن پر بڑا فضل فرمایا ہے۔ بندہ اگر اس نعمت کو سچے دل سے اپنا لے تو یقیناً اس کی زندگی نہایت اطمینان و راحت اور سکون کے ساتھ گذرے گی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری ایسی نعمتیں عطا کی گئی ہیں کہ بندہ چاہ کر بھی اُنھیں شمار نہیں کرسکتا ہے، خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا.''

(سورہ نحل، آیت:۱۸)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کرسکو گے۔

جس طرح بندہ اپنے رب کی نعمتوں کو گن نہیں سکتا ہے ویسے ہی ان نعمتوں کا شکر بھی نہیں ادا کرسکتا ہے۔ کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جان کی شکل میں جو نعمت بخشی ہے، صرف اسی پر غور کریں تو دو نعمتیں صاف طور پر نظر آتی ہیں جو ہر حال میں انسان کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں:

۱۔ سانس کا اندر جانا۔ ۲۔ سانس کا باہر آنا۔

انسان صرف ان ہی دو نعمتوں کا شکر کرے تو اس کی پوری زندگی ختم ہوجائے گی لیکن وہ ان دو نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرسکے گا، چہ جائے کہ وہ دوسری نعمتوں کا شکر ادا کرے، مگر ہاں! یہ کوشش ضرور ہو کہ انسان ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کرنے میں لگا رہے۔ اس سے انسان کو دو فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک تو شکر ادا کرنے کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کا ناشکرا بندہ نہیں کہلائے گا اور دوسرا یہ کہ شکر جیسا محبوب عمل کر کے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا حقدار بنے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے تعلقات مضبوط تر ہوں گے اور جب وہ اس عمل کا عادی ہوجائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی شہرت اور مقبولیت کو عام فرمادے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَاتَكْفُرُوْنِ.'' (سورۂ بقرہ، آیت:۱۵۲)

ترجمہ: تم مجھے یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور ناشکری نہ کرو۔

شکر کرنے والوں کے لیے نعمتوں میں ہمیشہ اضافہ ہوتا ہے، جبکہ ناشکری کرنے والوں کے لیے سخت عذاب ہے، کیونکہ ناشکری اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور جس عمل کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرمائے، اس عمل کے کرنے والے عذاب کے علاوہ اور کس چیز کے سزاوار ہوں گے، قرآن مقدس میں ہے:

''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ.'' (سورہ ابراہیم، آیت:۷)

ترجمہ: اگر تم شکر کروگے تو میں تمھیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب سخت ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا بے حد پسند تھا۔ انبیا و مرسلین کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے باوجود آپ شکر الٰہی ادا کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اکثر عبادت و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جب پوچھا جاتا کہ آپ تو اللہ کے سب سے محبوب بندے

ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی ہے، پھر اس قدر عبادت وریاضت کی کیا ضرورت ہے؟ تو حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

''اَوَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.'' (صحیح بخاری)

یعنی کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکرگذار بندہ نہ بنوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ اور مقام پر فائز ہو جانے کے بعد بھی انسان کو شکرگذار بندہ بننا چاہیے، اسی میں بھلائی ہے، کیونکہ یہی انبیاومرسلین کا عمل رہا ہے اور یہی صحابہ اور اولیائے کرام کا وظیفہ رہا ہے۔

عام طور پر انسان، شیطان کے بہکاوے میں آکر ہلکی سی تکلیف میں بھی ناشکری کر بیٹھتا ہے، جبکہ اس کے پاس دوسری تمام طرح کی نعمتیں موجود رہتی ہیں۔ دراصل شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے اور وہ ہمیشہ اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح بندے کو ناشکرا بنادے اور اس کو اللہ سے دور کردے، لیکن جو اللہ کا نیک بندہ ہوتا ہے اور جو ہمہ وقت شکر گذاری میں لگا رہتا ہے، اس پر شیطان کا کوئی بھی حربہ کارگر نہیں ہوتا۔ ایسے ہی شکرگذار بندوں کے لیے یہ خوش خبری سناتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ.'' (صحیح بخاری)

یعنی کھانا کھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا، اس روزے دار کی طرح ہے جس نے کھانے سے صبر کیا ہو۔

گویا شکرگذاری بھی ایک عظیم عبادت ہے، جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے شمار عطا فرماتا ہے۔ اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر چھوٹی بڑی نعمت کے بدلے شکر ادا کرنے کی عادت ڈالے، مثلاً گھر میں کوئی اچھی چیز دیکھے تو شکر ادا کرے، اچھا کھانا پینا میسر ہو تو شکر ادا کرے، گرمی میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا پائے تو شکر ادا کرے، کوئی کام پورا ہوجائے تو شکر ادا کرے، سفر سے صحیح سلامت وطن لوٹ آئے تو شکر ادا کرے، غرض کہ ہر وہ عمل جس سے، خوشی، راحت اور سکون کا احساس ہو، شکر ادا کرے۔

یہ شکرگذاری ہی کی یہ برکت ہے کہ انبیا اور مرسلین کے بہت سارے اعمال عبادت کے خانے میں رکھے گئے ہیں، مثلاً: حج کے موقع پر ''مقام ابراہیم'' میں جو دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شکرانے کی یادگار ہے جو انھوں نے تعمیر کعبہ کی خوشی میں بطور شکر ادا کیا تھا۔ رمضان میں پورے ایک مہینے روزہ رکھنے کے بعد جو دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے وہ بھی شکرانے والی عبادت ہے۔

اس کے علاوہ آج دنیا میں بھی جب کوئی انسان دوسرے انسان کے ساتھ کچھ بھلائی کرتا ہے، یا اس کی مدد کرتا ہے، یا اس کا بگڑا ہوا کام بنا دیتا ہے تو وہ انسان فوراً اپنے بہتر سے بہتر اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''تھینک یو'' یا ''شکریہ'' کہے بغیر نہیں رہتا تو جب وہ مالک حقیقی جس نے تمام انسانوں کو پیدا فرمایا، عزت وعظمت دی، طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا، ہر طرح سے انسان کی مدد کرتا رہتا ہے اور تاقیامت یونہی مدد کرتا رہے گا، پھر اس کا شکر کیوں نہ ادا کیا جائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شکر ادا کرنا نہ صرف مذہبی اعتبار سے اہم ہے بلکہ سماجی اور معاشرتی اعتبار سے بھی اصلاح وسدھار کا عمدہ ذریعہ ہے، کیونکہ اس کے سبب جہاں اللہ تعالیٰ کا انعام حاصل ہوتا ہے وہیں آپس میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور بھائی چارے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین)

☆☆☆

رفعت رضا نوری

توبہ

توبہ کا لغوی معنی ہے گناہوں سے منھ پھیر کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔

دراصل انسان کی تخلیق کا تقاضا اور اس کی فطرت کی حقیقت یہی ہے کہ وہ اللہ ہی کی طرف متوجہ رہے اور اس کی عبادت کی طرف مائل رہے، لہٰذا جب کوئی بندہ اس حالت سے کسی غیر فطری حالت کی طرف جاتا ہے تو اسی غیر فطری حالت سے اپنی اصل حالت کی طرف پلٹنے کا نام توبہ ہے، جیسے انگریزی میں ہم

TO BACK TO THE REAL STATE

یعنی حالت اصلی کی طرف پلٹنا' کہہ سکتے ہیں۔

توبہ کے لیے کوئی مخصوص وقت اور زندگی کی کوئی مخصوص مدت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''وَ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعاً اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ.'' (سورۂ نور:۳۱)

ترجمہ: اور اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ کی جانب رجوع کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

امام غزالی قدس سرہ توبہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ سے دور کرنے والے اور شیطان سے قریب کرنے والے راستے سے پلٹنے کا نام توبہ ہے۔''

حضرت حسن بصری قدس سرہ فرماتے ہیں:

بندہ پچھلے گناہ پر نادم ہو اور پکا ارادہ کرے کہ وہ دوبارہ اس گناہ کو نہیں کرے گا۔

حضرت شیخ حسن الفازلی سے توبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ تم مجھ سے 'توبہ انابت' کے بارے میں دریافت کرتے ہو یا 'توبۂ استجابت' کے بارے میں؟

سائل نے کہا: توبہ انابت کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تم خدائے بزرگ و برتر سے اس لیے ڈرو کہ وہ تم پر قادر ہے۔

اس نے کہا: توبۂ استجابت کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تم اللہ سے اس لیے شرماؤ کہ وہ تم سے قریب ہے۔

یہی وہ توبہ ہے کہ اگر یہ کسی بندۂ حق کے دل میں بس جائے تو وہ نماز میں بھی اللہ کے ذکر کے علاوہ ہر تصور اور وسوسہ سے توبہ و استغفار کرے۔ یہ توبۂ استجابت مقربین بارگاہ کے باطن میں لازمی طور پر موجود ہوتا ہے۔

انسان کا اچھی بری خصلتوں سے متصف ہونا، خطا کرنا اور نادم ہونا اس کی سرشت میں داخل ہے، اگر یہ دونوں ساتھ ساتھ رہے تب بھی غنیمت ہے۔ آج کا المیہ یہ ہے کہ انسان مسلسل غلطیاں کرتا جا رہا ہے، مگر اس سے پلٹنے کی فرصت نہیں ہے، گناہ اور غلطی سماج کے افراد کے اعتبار سے ہوتی ہے، سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ خدا کے وجود ہی کا سرے سے انکار کر دیا جائے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، جب کہ اللہ ان دونوں باتوں سے پاک ہے۔

اس برے خیالات سے توبہ یہ ہے کہ اللہ کو اس طرح موجود مانا جائے کہ کوئی بھی اللہ کی ذات، صفات اسما اور افعال میں شریک نہیں، کیونکہ کسی کو اللہ کا شریک ماننا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اسے اللہ کبھی معاف نہیں فرمائے گا، ایسے برے عقیدے سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی:

میرے فرزند! کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اب جب کہ انسان کفر وشرک سے توبہ کر کے دین میں داخل ہوگیا اور اللہ کی ذات وصفات کا یقین ہوگیا تو اگلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی پیروی کرے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز آجائے، اگر ہم اللہ کے وجود پر ایمان لائیں اور اس کے سیدھے راستے کی پیروی میں خیانت کریں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ہم نے دنیا کی عدالت کو تو مانا مگر جج کے فیصلے کو نہیں مانا تو جس طرح دنیا کی عدالت میں ہمیں جواب دینا پڑے گا اسی طرح آخرت کی عدالت میں بھی جواب دینا ہوگا، بلکہ اس سے بھی زیادہ سختی سے جواب مانگا جائے گا۔

یہ عجیب تماشا ہے کہ اللہ پر ایمان کا دم تو بھرتے ہیں مگر نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دوسرے احکام سے روگردانی بھی کرتے ہیں۔ اس نافرمانی اور سرکشی سے توبہ یہ ہے کہ ہم دل وجان سے اس کے احکام کو مانیں اور اس پر عمل بھی کریں، اللہ فرماتا ہے:

"وَأَقِيمُوا الصَّلاَةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ" (سورۂ بقرہ:۴۳)

ترجمہ: اور نماز ادا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

یہ باتیں اس سے متعلق تھیں کہ اگر حقوق اللہ کے ادا کرنے میں خیانت کرتا ہے تو اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ تمام حقوق کو پوری یکسوئی اور خلوص کے ساتھ خالص اللہ کے لیے ادا کرے، لیکن کیا محض اسی سے ہماری شخصیت کی تکمیل ہوگئی؟ نہیں..

.اس کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ انسان بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بھی کسی قسم کی کوتاہی کرتا ہے تو اس کا بھی مواخذہ ہوگا، اس لیے ہمیں اپنے سماج، افراد، رشتے دار، پڑوسی، فقرا اور دوسرے متعلقین کے حوالے سے بھی حساس ہونے کی ضرورت ہے۔ اللہ و رسول نے مذکورہ افراد کے ساتھ حسن سلوک، نرم گفتاری، سخاوت و دیانت، احسان و امداد اور ان کے جائز حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"فَاعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ." (صحیح بخاری)

ترجمہ: ہر حق دار کو اس کا حق عطا کرو۔

یعنی ہر شخص کو بندوں کے معاملات میں اللہ و رسول کی ہدایات اور قوانین پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور تمام نیکیوں کے کرنے میں نیتوں کی صفائی رکھنی چاہیے، ورنہ ہمارے دیگر نیک اعمال بھی آخرت میں کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ دیں گے۔

عبادات ہوں یا معاملات، اللہ کے ساتھ ہمارا تعلق ہو یا بندوں کے ساتھ، دونوں معاملے میں ہمیں مخلص اور دیانت دار ہونا پڑے گا اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ ہم اپنے ظاہری حسن کے ساتھ باطنی حسن یعنی دل کی بھی صفائی رکھیں گے، کیوں کہ اللہ کے نزدیک ظاہری اور باطنی دونوں گناہوں سے پاکیزگی ضروری ہے اور سچی توبہ میں یہی چیز مطلوب ہوتی ہے، حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں:

بری خصلتوں کو اچھی خصلتوں سے بدلنے کا نام توبہ ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ مخلوق سے کم آمیزی ہو، حلال روزی کھائی جائے اور فضول گفتگو سے احتراز کیا جائے۔

حضرت شفیق بلخی فرماتے ہیں: اپنے نفس کو بہت ملامت کرنا، ہمیشہ گناہ پر نادم ہونا توبہ ہے۔

عمرو بن ابی معاذ توبۂ نصوح کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سچی توبہ یہ ہے کہ گناہوں سے کنارہ کشی کے بعد دوبارہ گناہ کی جانب پلٹنا نہ پایا جائے، جیسا کہ دودھ تھن سے جدا ہونے کے بعد دوبارہ واپس نہیں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ کی توفیق بخشے اور اس پر ہمیشہ قائم رکھے۔ (آمین)

☆☆☆

شاکر عالم

انسان اورتعمیرمعاشرہ

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے ،اس کی تخلیق بہت ہی حسین،انوکھی اور بے مثال ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو پیدا فرمایا، پھراس دنیا کو دلکش اورقدرت کا انمول شاہکار بنانے کی غرض سے رنگ برنگی چیزوں سے سجایا اور سنوارا، جیسے یہ اونچے اونچے پہاڑ، گہرے اور ٹھاٹھیں مارتا سمندر، یہ نیلگوں آسمان، یہ چمکتے دمکتے چاند وسورج اور ٹمٹماتے ستارے، پھر ان کا گردش کرنا اپنے اپنے مقررہ دائرے میں اور متعین وقت پر اورموسم کا بدلنا وغیرہ۔ان آفاقی نظام اور معجزاتی امور کو دیکھتے ہی ہرعقلمند رب ذوالجلال کی وحدانیت، مالکیت اورعظمت پر ایمان لے آتا ہے۔

انسان کی تخلیق

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں انسان کی تخلیق کے تعلق سے درجنوں مقامات پر روشنی ڈالی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے چند آیات ہی قلم بند کرتا ہوں۔

’’وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً .‘‘

(سورۂ فرقان،آیت:۵۴)

یعنی اللہ نے پانی سے آدمی کو بنایا۔

’’يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى .‘‘

(سورۂ حجرات،آیت:۱۳)

یعنی اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

’’لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ .‘‘

(سورۂ تین،آیت:۴)

یعنی بے شک ہم نے انسان کواچھی صورت پر پیدا کیا۔

پھر رب کائنات نے ایک حیاتیاتی توازن (Biological Balance)اورقدرتی نظام کو برابر رکھنے کی غرض سے سارے حیوانات کو جوڑے کی شکل میں پیدا فرمایا، تا کہ صنفی کشش(Sexual attraction)جس کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے ہر جانور میں رکھ دی ہے وہ بحسن وخوبی ہر ایک میں بحال رہے اوراس میں کوئی صنفی انتشار(Sexual anarchy)نہ ہو، اسی حیاتیاتی نقطے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ،اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

’’وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ .‘‘

(سورۂ ذریات،آیت:۴۹)

ترجمہ:اورہم نے ہر چیز جوڑا پیدا کیا۔

’’ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنفُسِكُمْ اَزْوَاجاً وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجاً يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ.‘‘(سورۂ شوریٰ،آیت:۱۱)

یعنی اللہ نے تمھارے لیے تمھیں میں سے جوڑے بنائے اور جانوروں میں سے بھی جوڑے بنائے۔اس سے تمھاری نسل پھیلاتا ہے۔

معاشرے کی تعمیر

انسانی معاشرے کی تعمیر وترقی کے لیے اور مرد کی وحشت وتنہائی دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نوع انسان ہی میں سے ایک خوش رو، نازنین صفت اور باعث تسکین یعنی عورت کی تخلیق فرمائی،جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ."

(سورۂ روم، آیت:۲۱)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ۔

گویا اللہ تعالیٰ نے ایک معمولی قطرے پر اپنی رحمت کی برسات کی اور اسے مختلف مراحل سے گذار کر لعل و گوہر کی شکل دی، پھر اُسے مکمل وجود بخشا تب جا کر اس قطرے کو انسان جیسا معزز نام عطا ہوا، جسے جنت کے عصفور (Sparrow of Heaven) بھی کہا جاتا ہے اور خالق کائنات نے اُسے اشرف المخلوقات کا اعجاز بھی بخشا، جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ."

(بنی اسرائیل، آیت:۷۰)

ترجمہ: بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔

اس طرح انسان کو رب ذوالجلال نے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا، اسے اپنی خلافت و نیابت بخشی، حکمت و دانائی عطا کی، فہم و ادراک سے مشرف کیا، ذہانت و ذکاوت سے آراستہ کیا اور حصول علم و فن کی صلاحیت بھی عطا کی، تاکہ مشاہدات و تجربات سے ہم جیسے انسان اپنی زندگی کو کامیاب و کامراں بنا سکیں، خالق کائنات کی حمد و ثنا کے ساتھ اس دنیا کو اور بھی خوبصورت، پرکشش اور حسین بنا سکیں، خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کر کے اپنی دینی و ملی اور سماجی و اخلاقی زندگی کو بھی بہترین و کامیاب بنا سکیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں اور اپنے سماج و معاشرے کی صحیح تعمیر کرنے کے ساتھ ساتھ، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت بھی کر سکیں۔

یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے ایک ہاتھ میں حکمت و فلسفہ اور دوسرے ہاتھ میں سائنس و ٹکنالوجی ہونے کے ساتھ، ہمارے سروں پر دین اسلام کا تاج زریں ہوگا، پھر ہم دنیا و آخرت دونوں کو سدھار سکتے ہیں اور اس طرح ہمیں اس دنیا میں بھی کامیابی اور عزت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی، ان شاء اللہ الرحمٰن۔

کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے اور جیسا عمل کریں گے ویسا ہی نتیجہ اور پھل ملے گا۔ اگر ہم دنیا میں بھلا کریں گے اور نیک نیت کے ساتھ اچھے اعمال کریں گے تو آخرت میں یقیناً ہمارے ساتھ بھی بھلا ہوگا اور اگر ہم یہاں برا عمل کریں گے تو مرنے کے بعد بھی ہمارے ساتھ برا ہی ہوگا۔

اس لیے آیئے ہم آج سے بلکہ ابھی سے یہ وعدہ کریں کہ ہم اپنے لیے بھی اچھا اور بھلا کریں گے اور اپنے سماج و معاشرے کے لیے بھی اچھا اور بھلا کریں گے، اپنے دوستوں اور احباب کو نیک اعمال کرنے کی تلقین و تبلیغ کریں گے اور غیروں کو بھی نیکی و خیر خواہی اور بھلائی پر ابھاریں گے۔

اس لیے کہ نیکی پر ابھارنے والے کو بھی نیک عمل کرنے والے کے برابر ہی ثواب ملتا ہے اور بھلائی کرنے والے کا اجر بھی کبھی برباد نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ."

(سورہ توبہ، آیت:۱۲۰)

یعنی بے شک اللہ نیک اور بھلا کرنے والے کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔

☆☆☆

سید قمر الاسلام جھونسوی

یوم آخرت

کسی بھی کام کی قدر و قیمت اس کے انجام سے ہوتی ہے، جب کسی چیز کا انجام ہم پر روشن ہوتا ہے تو ہماری نگاہ میں وہ شئے قابل قدر اور اہم ہو جاتی ہے، اس کے برعکس انجام نہ جاننے کی صورت میں ہم اس میں دلچسپی نہیں لیتے یا اسے بے کار اور بے مقصد سمجھنے لگتے ہیں۔ انجام سے نا آشنا شخص اس بھولے بھالے مسافر کی طرح ہے جو سفر تو کرتا ہے لیکن اس کی منزل کہاں ہے، اسے کچھ پتہ نہیں، ایسا شخص اگر اپنی پوری زندگی بھی محو سفر رہے، تو بھی اس کا سفر ختم نہیں ہوگا۔

اس دنیا میں انسان بھی ایک مسافر ہی ہے اور زندگی اس کا سفر۔ اصولی طور پر ہر انسان کو یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ یہ سفر کیوں کر رہا ہے اور اس سفر کی منزل کیا ہے؟ جب تک زندگی کے آغاز و انجام کا صحیح علم نہیں ہوگا، اس وقت تک ہم با اصول انسان نہیں بن سکتے اور نہ ہی زندگی کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، قرآن شریف میں انسان کی موت و حیات کا مقصد یوں بیان کیا گیا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ أَیُّکُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً ۔ (سورۂ ملک، آیت:۲)

ترجمہ: اللہ نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمھارا امتحان لے کہ تم میں سے کس نے بہتر عمل کیا ہے۔

اسلام کی یہ واضح تعلیم ہے کہ انسان کی زندگی عمل و کردار کی جگہ ہے، اس کے بعد وہ دوسری زندگی میں داخل ہوگا، جہاں وہ اپنے اعمال کی جزا و سزا پائے گا، گویا موجودہ دنیا عمل کی جگہ ہے اور آخرت اس عمل کے انجام کا مقام۔ اس دنیا میں انسان جیسا عمل کرے گا اسی کے مطابق آخرت میں اسے بدلہ ملے گا، کیونکہ یہ عام ضابطہ ہے کہ جب بھی کوئی کام کیا جاتا ہے، اس کا اثر اور نتیجہ کچھ نہ کچھ ضرور نکلتا ہے، مثلاً: جب بھی آگ میں ہاتھ ڈالا جائے گا تو ہاتھ جلے گا، اس لیے کہ آگ کی تاثیر جلانا ہے، ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص آگ میں ہاتھ ڈالے اور اسے جلن محسوس نہ ہو، اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ انسان کے عمل کا نتیجہ آخرت میں ظاہر نہ ہو۔ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے:

ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

(سورۂ مجادلہ، آیت:۷)

ترجمہ: پھر جو کچھ انھوں نے کیا اللہ انھیں قیامت کے دن بتادے گا۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ انسان نے اس دنیا میں اگر اچھا عمل کیا ہے، تو اسے اچھا بدلہ ملے گا اور اگر اس نے برا عمل کیا ہے تو اس کا انجام بھی برا ہوگا، خدا کا فرمان ہے:

فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْراً یَّرَہٗ ، وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرّاً یَّرَہ. (سورۂ زلزال، آیت:۷)

ترجمہ: جو ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا وہ اس کا بدلہ پائے گا اور جو ذرہ برابر بھی برا عمل کرے گا وہ اس کا بدلہ پائے گا۔

مثال کے طور پر ایک کسان جو اپنے کھیت میں گیہوں کی کھیتی کرتا ہے، اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس سے گیہوں پیدا ہوگا، اب کوئی جا کر اسے سمجھانے لگے کہ اس بیج سے گیہوں کے بجائے چاول کی فصل ہوگی، کسان اس کی بات نہیں مانے گا، اس لیے کہ وہ کسان بھی نظام قدرت پر کامل یقین رکھتا ہے، وہ یہ بات یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جس چیز کی کاشت کی جائے، پیدائش اسی کی ہوتی ہے۔ کوئی کتنی ہی کوشش کر ڈالے، اس کے یقین کو بدل نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ دنیا بھی

آخرت کی کھیتی ہے،جیسی بیج ہم بوئیں گے، آخرت میں ہمارے لیے ویسی ہی فصل تیار ہوگی۔

یہ سوچنا غلط ہے کہ کوئی زندگی بھر گناہوں میں آلودہ رہے اور آخرت میں اس کو جنت مل جائے، جبکہ جنت تو اللہ کی رضا سے حاصل ہوتی ہے، جسے اللہ نے اپنے فرماں بردار بندوں کے لیے بنایا ہے۔

قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَّن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاء مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاء مَا يَحْكُمُونَ.

(سورۂ جاثیہ،آیت:۲۱)

ترجمہ: کیا جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انھیں مومنین اور صالحین کی طرح کر دیں گے جن کی زندگی اور موت برابر ہے، کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

جب انسان اس دنیا سے کوچ کرے گا تو آخرت میں گذشتہ زندگی اور اس کی تمام کارگزاریاں اس کے سامنے ہوں گی، وہ خدا کے سامنے پیش ہوگا۔اس زندگی میں جو لوگ نیکی اور دین داری کا ثبوت دیں گے، ان کے لیے آخرت میں جنت کے دروازے کھلے ہوں گے اور جو لوگ موجودہ دنیا میں خدا کو بھول جائیں گے، خدا کی مرضی چھوڑ کر اپنی خواہش پر چلیں گے، ایسے لوگ موت کے بعد سنگین نتائج سے دوچار ہوں گے، وہ آخرت کی نعمتوں سے یکسر محروم رہیں گے اور اپنی بدکرداری کی سزا پائیں گے، یعنی اس دن ہر ایک کو یہ احساس ہوجائے گا کہ اپنی دنیا کی زندگی میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

یہی خاص سبب ہے کہ اسلام میں یوم آخرت کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے ، جا بجا مختلف انداز سے قیامت کی ہولنا کیوں سے ڈرایا گیا ہے اور الگ الگ ناموں کے ذریعے آخرت کی ہیبت کو ذہن میں بیٹھایا گیا ہے:

یوم التلاق : اس دن کو قرآن میں ملاقات کا دن کہا گیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ.

(سورۂ مومن،آیت:۱۵)

ترجمہ: بلند درجے دینے والا ،عرش کا مالک اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تا کہ وہ ملنے کے دن (قیامت) سے ڈرائیں۔

آخرت میں انسان اپنے رب سے ملاقات کرے گا، اس کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھے گا نیکوکاروں کے لیے یہ وقت فرحت وسرور کا لمحہ ہوگا اور گنہ گاروں کے واسطے پشیمانی و شرمندگی کا۔دونوں کی حالت قرآن میں یوں بیان کی گئی ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ، ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ، وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ، تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ.

(سورۂ عبس ، آیت:۳۸ تا ۴۱)

ترجمہ: کتنے چہرے اس دن ہنستے ،خوشیاں مناتے روشن ہوں گے ،اور کتنے چہروں پر اس دن گرد پڑی ہوگی ،اور کتنے سیاہ ہوں گے۔

یوم التغابن : یعنی ہار جیت کا دن، اس دن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ. (سورۂ تغابن،آیت:۹)

ترجمہ: وہ ہار جیت کا دن ہوگا۔

جس شخص نے دنیا میں اپنی زندگی کو خدا کی مرضی کے مطابق بسر کی ہوگی، آخرت کے دن وہ زندگی کی بازی جیت جائے گا اور جس نے دنیا میں خدا کی رضا کے مقابلے میں سرکشی کی ہوگی اور شرعی حدود کو پامال کیا ہوگا، وہاں وہ ہار جائے گا۔یہ بھی عین ممکن ہے کہ دنیا میں جو شخص خود کو فاتح سمجھتا رہا ہو، قیامت کے دن وہ شکست کھا جائے۔اس لیے کہ آخرت

میں جیت صرف اسی کے لیے ہے، جس نے زندگی کی صبح وشام یادِ خدا میں بسر کیے ہوں اور جو نام ونمود اور دنیا طلبی میں لگا رہا وہ قیامت میں نامراد ہوگا۔

ارشادِ باری ہے: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً، الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعاً.

(سورۂ کہف، آیت:۱۰۳)

ترجمہ: آپ فرمادیں، کیا ہم تمھیں بتادیں کہ سب سے خسارے کا عمل کس کا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دنیاوی زندگی میں ختم ہوگئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔

یوم الحسرۃ: یعنی پچھتاوے کا دن، اس تعلق سے فرمایا گیا ہے:

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ .

(سورۂ مریم، آیت:۳۹)

ترجمہ: اور انہیں پچھتاوے کے دن سے ڈراؤ، جب ہر چیز کا فیصلہ کردیا جائے گا۔

قیامت میں انسان اپنی گذشتہ زندگی پر افسوس کرے گا، وہ حسرت میں مبتلا رہے گا اور ایسا ہر شخص کے ساتھ ہوگا۔ بدکار تو افسوس کرے گا ہی کہ اس نے خود کو اپنے ہاتھوں تباہ کرڈالا، نیک بندے بھی یہ سوچ کر افسوس کریں گے کہ کاش وہ اور نیکیاں کما کر آتے۔ یوم آخرت جیسی حسرت وافسوس کہیں اور نہ پیش آئے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہر ایک کا انجام آنکھوں کے سامنے ہوگا۔

یوم البطشۃ الکبریٰ: یعنی سخت پکڑ کا دن، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنتَقِمُونَ.

(سورۂ دخان، آیت:۱۶)

ترجمہ: اس دن ہم بہت سخت پکڑ کریں گے، بے شک ہم سزا وجزا دینے والے ہیں۔

یہ دنیا بڑی عجیب ہے، یہاں پر ظلم کرنے والا سرخرو رہتا ہے اور جھوٹی باتیں کرنے والا لوگوں کی نگاہ میں ہمیشہ سچا بنا رہتا ہے۔ بڑے سے بڑا مجرم انصاف کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں تھام کر نیک نامی کما لیتا ہے، لیکن آخرت میں ایسا نہ ہوسکے گا، کیونکہ وہ سخت پکڑ کا دن ہے اور اس دن اللہ کی گرفت سے کوئی مجرم بچ نہ سکے گا، وہاں مظلوموں کو انصاف ملے گا اور ظالموں کو ان کے جرم کی سزا ملے گی، سیاہ کارنامہ انجام دینے والوں کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا جائے گا، کیونکہ آخرت میں فیصلے کا اختیار مخلوق کو نہیں بلکہ احکم الحاکمین کو ہوگا۔

قرآن میں بار بار قیامت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور آخرت پر ایمان لانے کا مطالبہ دہرایا گیا ہے، تاکہ انسان اس دنیا میں آزاد رہتے ہوئے بھی خود کو بے قید نہ سمجھے اور وہ ہمہ وقت اپنی زندگی کا انجام ذہن میں رکھے، ہر لحہ اس بات کا یقین ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، حساب وکتاب اور خدا کے سامنے جواب دہی کا منظر کبھی فراموش نہ کرے۔

جب یہ یقین کسی کے دل ودماغ میں اترتا ہے تو اس کی پوری شخصیت میں اک انقلاب پیدا ہوجاتا ہے اور وہ ہر اعتبار سے ایک منفرد انسان بن جاتا ہے، اس کے اخلاق وآداب ہی نہیں، بلکہ زندگی کے تمام کام آخرت کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ وہ ہر معاملے میں دنیا سے زیادہ آخرت کے مفید پہلو کو نظر میں رکھتا ہے اور دنیاوی فائدے کے بجائے آخرت کے فائدے کو اپنی توجہ کا مرکز بنالیتا ہے۔

اے میرے رب! میں گنہ گار و خطا کار ہوں، مجھے گناہوں سے بچنے کی طاقت دے اور آخرت کی دشواریاں آسانیوں میں تبدیل فرمادے، میں عذاب جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (آمین بحرمۃ سید المرسلین)

مولانا شاہد رضا ازہری

اسلام اور کسب مال کا تصور

اسلام نے انسان کی رہنمائی زندگی کے ہر موڑ پر کی ہے، چاہے گھریلو زندگی ہو یا عوامی، تجارت کی دنیا ہو یا دولت کمانے کی، گویا اسلام نے ہر اعتبار سے انسان کے لیے کچھ ایسا اصول اور ضابطہ مقرر کیا ہے کہ انسان اگر سچے دل سے اپنا لے تو اسے اللہ کا انعام بھی حاصل ہوگا اور اس کی روزی روٹی بھی حلال ہو جائے گی۔ اس لیے مال و دولت حاصل کرتے وقت سب سے پہلے یہ بات ذہن میں ہونی چاہیے کہ دولت حاصل کرنے کا اسلامی نظریہ کیا ہے؟ اسلام نے کس طرح سے مال حاصل کرنے کی اجازت دی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ جس راستے سے انسان مال واسباب جمع کر رہا ہے وہ راستہ اسلامی نظریے کے خلاف ہو۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان مال و دولت سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ وہ مال و دولت ہی کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے کہ یہ مال ہی اصل زندگی ہے اور یہی اس کی نجات کا ذریعہ ہے، جو ایک طرح کی ناسمجھی اور نادانی ہے، کیونکہ کال مارکس کی طرح مادہ پرست ہونا اور مال و دولت ہی کو سب کچھ تصور کر لینا یہ ایک سیکولرزم اور کمیونزم کی سوچ تو ہو سکتی ہے، لیکن ایک صالح اور نیک مسلمان کی فکر ہرگز نہیں ہو سکتی ہے۔

کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک سادہ لوح مسلمان مادہ پرست شیطانوں کے بہکاوے میں آ جاتا ہے اور پھر وہ اپنے دین سے یوں الگ ہو جاتا ہے کہ برائے نام ہی مسلمان باقی رہ پاتا ہے، اور پھر ایک دن وہی مسلمان اسلام پر طعن و تشنیع اور زبان درازی کرنا شروع کر دیتا ہے، جس کا اصل سبب یہ ہوتا ہے کہ نہ وہ مال کمانے کے صحیح اسلامی اصول سے باخبر ہوتا ہے، نہ اسے قانون ساز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی اسے اپنی تخلیق کا مقصد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اسے کیوں پیدا فرمایا ہے، اس لیے کہ اگر اسے اپنی حیات کا مقصد معلوم ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر مال کو فوقیت نہیں دیتا، بلکہ رب کائنات جل جلالہ کی عبادت و ریاضت کرتا اور اس کی معرفت حاصل کرتا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُون.

(سورہ ذاریات، آیت: ۵۶)

یعنی میں نے جنات اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں "لیعبدون" سے مراد "لیعرفون" ہے۔

اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اپنی معرفت کے لیے پیدا فرمایا ہے، اس سے یہ بات بھی روشن ہو جاتی ہے کہ بندوں کی پیدائش صرف اللہ کی عبادت و معرفت کے لیے ہوئی ہے نہ کہ محض دولت کمانے کے لیے۔ ہاں! البتہ مال و دولت کو اس فانی دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے اسباب ضرور بنایا ہے۔

اب اگر اللہ تعالی انسان کو مال و دولت عطا فرماتا ہے تو یہ اس کا فضل واحسان ہے اور اگر وہ انسان کو مال و دولت عطا نہیں فرماتا ہے تو یہ اس کا عدل وانصاف ہے۔ جب اللہ تعالی مال و دولت سے نوازتا ہے تو اس کا صحیح استعمال کرنا بھی لازم

وضروری ہے۔اس تعلق سے مرشد العلماء داعی اسلام حضرت خواجہ ابوسعید شاہ احسان اللہ حفظہ اللہ کی وہ مجلس یاد آرہی ہے جس میں انھوں نے فرمایا تھا کہ:

مال کمانا کوئی عیب نہیں ہے لیکن انسان اس مال و دولت کو اس نیت سے حاصل کرے کہ وہ مال اس کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بن جائے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرے تا کہ اس کا مال پاک بنا دیا جائے تو وہ مال:" اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الآخِرَةِ." یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے، کے مصداق ہوگا اور اس مال سے انسان فلاح و بہبود حاصل کرسکتا ہے، ورنہ بصورت دیگر وہی مال اس کے لیے فسق وفجور اور دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کا سبب بن سکتا ہے۔

کوئی بھی چیز اپنی ذات میں بری نہیں ہوتی ہے، بلکہ اصل اس کے استعمال کے اوپر ہے کہ اگر انسان اپنے مال کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرے تو وہ مال اس کے لیے دنیا اور آخرت کی کھیتی ہے اور اگر اسی مال کو برے راستے میں خرچ کرے تو وہی مال اس کے لیے دنیا اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے،اب انسان خود فیصلہ کرے کہ وہ کون سی کھیتی پسند کرے گا۔

یہ بات یقیناً سب پر واضح ہو چکی ہے کہ ساری چیزوں کا خالق اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، ہر چیز اسی کے حکم سے وجود میں آئی ہے،اس لیے مخلوق کے بجائے خالق سے گہرا رشتہ جوڑیں اور اسی کے حکم کے منتظر رہیں کہ وہ :

"اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر." ہے، یعنی وہ ہر اس چیز پر قادر ہے جو اس کی شان کے لائق ہے، جس کو جس مقدار میں جتنے مال کی ضرورت ہوتی ہے وہ عطا کرتا ہے، کس قدر رحیم ہے وہ ذات کہ ہم نافرمانی کرتے ہیں پھر بھی وہ اپنے رزق کا دروازہ ہم پر بند نہیں کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے شان کریمی کا مظاہرہ کرتا ہے اور جہاں اچھے سے اچھے بندے کو رزق دیتا ہے وہیں بدبخت سے بدبخت بندے کو بھی نوازتا رہتا ہے۔اس لیے انسان کو سب سے پہلے یہ تصور کرنا چاہیے کہ یہ مال جسے وہ حاصل کر رہا ہے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا مال ہے ،یہ ملک اسی کا ملک ہے، یہ کائنات اسی کی کائنات ہے، بلکہ تقریباً اٹھارہ ہزار عالم اسی کے خالق ومالک ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ چنانچہ اب انسان مال اور ثروت حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اسلام کے بتائے ہوئے طریقے اور ضابطے کے مطابق حاصل کرے، کیونکہ انسان جو کچھ بھی مال ودولت،سونا چاندی، زراعت ومعیشت اور صنعت وحرفت حاصل کرتا ہے تو یہ سبھی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہوتی ہے،جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

" وَاٰتُوهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِىْٓ اٰتٰكُمْ ."

(سورہ نور،آیت:۳۳)

یعنی لوگوں کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اُس نے تم کو دیا ہے۔

اسی طرح غلط طریقے سے مال حاصل کرنے کی ممانعت کے تعلق سے قران پاک میں آیا ہے:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّناً لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا."

(سورہ نور،آیت:۳۳)

یعنی تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو تا کہ اُس سے دنیاوی زندگی میں تم فائدہ حاصل کرو۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ باندیوں کو دوسروں کے حوالے کر کے انھیں برائی پر مجبور کرتے تھے اور ناجائز طریقے سے دولت کماتے تھے،اسے اسلام نے سختی سے روکا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں قریش کا ایک شخص قید ہوگیا جو منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی سلول کے گھر میں تھا۔ عبداللہ ابن ابی کی ایک باندی تھی جس کا نام معاذہ تھا، قیدی اس کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتا تھا اور باندی مسلمان ہونے کے سبب منع کرتی تھی۔ اس پر ابن ابی اس کو مارتا تھا اور اس کام پر مجبور کرتا تھا، کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ باندی اس قیدی سے حاملہ ہو جائے گی اور ابن ابی اس قیدی سے اس بچے کا فدیہ طلب کرے گا۔

حدیث شریف میں ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَ مِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ"

(صحیح بخاری/بَاب مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی شخص یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا ہے، وہ حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے یا حرام ذریعہ سے۔

دورِ حاضر میں اس کی کھلی ہوئی مثال دیکھی جا سکتی ہے، جس سے بچنا ہر مسلمان کا ایمانی فریضہ ہے ورنہ کل قیامت میں اس عمل کے لیے سخت حساب لیا جائے گا۔

آج دنیا میں تجارت اور کاروبار مال حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، جب کہ مال حاصل کرنے کا طریقہ ناجائز اور حرام نہ ہو، اور جس میں کوئی دھوکہ اور فریب نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بے روزگاری، کاہلی اور سستی سے منع فرمایا ہے اور مسلمانوں کو جدوجہد اور محنت ومشقت پر آمادہ کیا ہے، تاکہ انسان جو مال کمائے وہ پاک اور حلال مال ہو، اس لیے حکم دیا گیا ہے کہ اگر بھلائی اور نفع چاہتے ہو تو زمین میں پھیل کر اللہ کی نعمت تلاش کرو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُور." (سورہ ملک، آیت:۱۵)

یعنی اس کے راستوں پر چلو اور اس کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ."

(سورۂ مزمل، آیت:۲۰)

یعنی اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے سفر کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال رزق طلب کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: حلال رزق کا طلب کرنا جہاد ہے۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ مال کمانے کا اسلامی طریقہ یہی ہے کہ مال حاصل کرنے کے لیے ایسی صورت اختیار کی جائے جس سے کسی کی حق تلفی نہ ہو، کسی کا دل نہ دکھے، مناسب نفع لیا جائے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائے اور ایسا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اسلام، ایمان اور احسان پر عمل کرے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انسان کسی شیخ کامل کی صحبت نہ اختیار کرے۔

☆☆☆

تصوف پر علمی، تحقیقی ودعوتی مجلّہ

کتابی سلسلہ الاحسان الہ آباد

مدیر: حسن سعید صفوی

مرتبین: مجیب الرحمٰن علیمی، ذیشان احمد مصباحی، ضیاء الرحمٰن علیمی، رفعت رضا نوری

تیسرے شمارے کی جھلکیاں

☆ تصوف اور صوفیہ: علامہ ابن حجر ہیتمی کی نظر میں ☆ صوفی خواتین: ایک جائزہ ☆ بیعت واجازت احادیث کی روشنی میں ☆ حافظ ابن قیم جوزی اور ان کا ذوق تصوف ☆ الغزالی بین مادحیہ اور ناقدیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ ☆ غزالی اور مسئلہ تکفیر: ایک جائزہ ☆ حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے اصلاحی کارناموں پر خصوصی گوشہ ☆ خانقاہ عالیہ رشیدیہ جون پور کی تاریخ اور کارناموں پر خصوصی تحریر اور صاحب سجادہ مفتی عبید الرحمٰن رشیدی کا تفصیلی انٹرویو ☆ عصر حاضر میں احیاء تصوف کا کام کن اصولوں کے تحت ممکن ہے؟ پر خصوصی بحث وغیرہ۔

الاحسان حاصل کرنے کے پتے:

۱۔ مکتبہ امام اعظم، ۴۲۵/۲، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶ رابطہ نمبر: 9560054375 ۲۔ رضوی کتاب گھر، ۴۲۳، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی 011-23264524 ۳۔ دکن ٹریڈرس، ۲۳۔۲۔۳۷۸، مغل پورہ، حیدرآباد (آندھرا پردیش) 040-24521777 ۴۔ نیو سلور بک ایجنسی، ۱۴، محمد علی بلڈنگ، محمد علی روڈ ممبئی 022-23478970 ۵۔ رضا اکیڈمی، نزد رضا جامع مسجد، ۶۵/۱، واسو بابو بگان، کمرہٹی، کولکاتا 9433210940 ۶۔ امدادیہ بک ڈپو، جامع مسجد گیٹ، ہزاری باغ، جھارکھنڈ 9835523993 ۷۔ نوری کتاب گھر، سید سادات مسجد، بماپور، ہبلی، کرناٹک 9343109363 ۸۔ برکاتی بک ڈپو، عمران گیسٹ ہاؤس کمپلیکس، خواجہ بازار کے پیچھے، چھوٹا روضہ، گلبرگہ 9739752587 ۹۔ تاج بک ڈپو، موہن پورہ، ناگ پور، مہاراشٹر۔

ناشر: شاہ صفی اکیڈمی جامعہ عارفیہ/خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، یوپی
آفس: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔۲۵
E-mail: alehsan.yearly@gmail.com / shahsafiacademy@gmail.com
9899156384 / 8081898965 / 9026981216

ادارہ

چند صالح خواتین

حضرت رابعہ عدویہ علیہا الرحمۃ

حضرت رابعہ عدویہ اپنے وقت کی عظیم صوفیہ گذری ہیں جو نہایت متقی اور پرہیزگار تھیں، وہ بصرہ میں رہتی تھیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستی نے بھی ان سے فیض اٹھایا ہے، وہ اکثر حضرت رابعہ عدویہ کے پاس جایا کرتے تھے، ان کی نصیحت سنتے اور دعا کی خواہش کیا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت سفیان ثوری اُن کے پاس گئے، اپنا ہاتھ بلند کیا اور یہ دعا کی:

''اے اللہ! میں تم سے سلامتی چاہتا ہوں۔''

یہ سن کر حضرت رابعہ عدویہ رو پڑیں، حضرت سفیان ثوری نے پوچھا کہ تم کیوں روئی؟ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تم نے رلایا ہے۔ حضرت سفیان ثوری نے کہا وہ کیسے؟ اس پر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا کی سلامتی اس کا ترک کرنا ہے اور تم اس میں آلودہ ہو رہے ہو۔

حضرت رابعہ عدویہ فرماتی ہیں کہ: ہر چیز کا پھل ہے اور معرفت کا پھل خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ:

''میں خدا سے مغفرت طلب کرتی ہوں اس وجہ سے کہ اس استغفار میں میرا صدق کم ہے۔''

حضرت سفیان ثوری نے پوچھا سب سے بہتر کون سی چیز ہے جس کے ذریعے بندہ اللہ کا تقرب ڈھونڈھے، جواب دیا: یہ جان لے کہ بندہ دنیا اور آخرت میں اللہ کے سوا دوسرے کسی کو دوست نہ رکھے۔

ایک دن حضرت سفیان ثوری نے ان کے سامنے کہا: واحزناہ! یعنی اے غم! وہ کہنے لگیں جھوٹ نہ بولو! اگر تم غمناک ہوتے تو تم کو زندگی بھلی نہ معلوم ہوتی۔

حضرت فاطمہ نیشاپوری علیہا الرحمۃ

حضرت فاطمہ نیشاپوری بھی بڑی متقی اور پرہیزگار شخصیت کی مالکہ رہی ہیں۔ وہ ملک خراسان کی رہنے والی تھیں اور وہاں کی عورتوں میں بڑی عارفہ اور زاہدہ تھیں۔

حضرت ابو یزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اپنی ساری عمر میں ایک مرد اور ایک عورت دیکھی ہے، وہ عورت فاطمہ نیشاپوری ہے۔ میں نے کسی ایسے مقام کی اسے خبر نہیں دی جو اُس پر پہلے سے ظاہر نہ ہو۔

انھیں مکہ شریف کی مجاورہ بننے کا شرف بھی حاصل ہے۔ وہ اکثر بیت المقدس جاتی تھیں اور پھر لوٹ کر مکہ مکرمہ واپس آجاتی تھیں۔ حضرت ذوالنون مصری جیسی بزرگ ہستی نے

بھی ان سے فیض پایا ہے۔ ایک دن حضرت فاطمہ نیشاپوری نے شیخ ذوالنون مصری کے لیے کچھ بھیجا، انھوں نے اس کو قبول نہ کیا اور کہا کہ عورتوں کی چیزوں کے قبول کرنے میں ذلت اور نقصان ہے تو حضرت فاطمہ نے فرمایا: دنیا میں کوئی صوفی اس سے بہتر بزرگ نہیں کہ جو سبب کو درمیان میں نہیں دیکھتا۔

ایک دن شیخ ذوالنون مصری سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس کو اور کس گروہ میں بڑا بزرگ دیکھا ہے، انھوں نے جواب دیا: ایک عورت مکہ مکرمہ میں تھیں جس کو فاطمہ نیشاپوریہ کہتے تھے۔ وہ قرآن کے نہایت عمدہ معانی بیان کرتی تھیں، وہ فرماتی ہیں:

''جو شخص اللہ کو دل میں نہ لائے، اس کی تعظیم دل میں نہ رکھے تو وہ ہر میدان میں آئے گا اور ہر زبان میں کلام کرے گا یعنی وہ حق و باطل میں تمیز نہ کرے گا اور جس کے دل میں اللہ کی عظمت ہوگی اس کو اللہ تعالیٰ سچ کے سوا گونگا کر دے گا اور حیاو اخلاص اس کے لیے ضروری کر دے گا۔''

وہ یہ بھی فرماتی تھیں:

''آج سچا متقی ایک ایسے سمندر میں ہے کہ اس کی موجیں (حوادث) اس پر پڑتی ہیں تو وہ اپنے رب کو ایسا پکارتا ہے جیسا کوئی ڈوبنے والا، اپنے رب سے خلاصی اور نجات چاہتا ہے۔''

وہ مزید فرماتی تھیں:

''جو مشاہدہ کر کے اللہ کے لیے عمل کرتا ہے وہ عارف ہے اور جو ایسا عمل کرتا ہے کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے تو وہ مخلص ہے۔''

حضرت فضہ علیہا الرحمہ

حضرت فضہ یکتائے روزگار عابدہ اور زاہدہ تھیں اور اپنے معاصرین کے درمیان ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔

شیخ ابو الربیع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک نیک بخت عورت کا حال سنا جو ایک گاؤں میں رہتی تھیں۔ مجھے ان کی کرامت کی شہرت کی وجہ سے ان کی زیارت کا شوق پیدا ہوا، اس عورت کو فضہ کہا کرتے تھے۔

جب ہم اس کے گاؤں پہنچے تو لوگوں نے بتایا کہ اس کے پاس ایک ایسی بکری ہے جس سے وہ شہد اور دودھ دوہتی ہے۔ ہم نے ایک نیا پیالہ خریدا، اس نیک عورت کے پاس گئے اور اسے سلام کیا، پھر ہم نے کہا کہ آپ کی بکری دیکھنا چاہتے ہیں جس کی نسبت لوگ بڑا چرچا کرتے ہیں۔ وہ اپنی بکری کو لے آئی اور ہم نے اس پیالے میں دوہا تو دودھ اور شہد تھا۔

ہم نے ان سے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہم فقیر لوگ تھے اور ہمارے پاس ایک بکری تھی۔ عید کے دن میرے شوہر نے (جو ایک مرد صالح تھا) کہا کہ آج ہم اس بکری کی قربانی دیں گے۔ میں نے کہا کہ: نہیں، کیونکہ ہمیں قربانی کے ترک کرنے میں رخصت ہے اور خدا تعالیٰ ہماری حاجت کو جانتا ہے کہ اس بکری کی ہمیں ضرورت ہے۔

اتفاقاً اسی رات ہمارے یہاں ایک مہمان آ گیا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ہمیں مہمان کی عزت کرنے کا حکم دیا

گیا ہے، اٹھئے اور اس بکری کو مہمان کے لیے ذبح کیجیے، لیکن اسے ایسی جگہ پر لے جائیں جہاں ہمارے بچے نہ دیکھ سکیں، کیونکہ اس کے ذبح ہونے پر وہ روئیں گے۔ تب وہ اس کو باہر لے گئے تاکہ دیوار کے پیچھے ذبح کریں۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بکری گھر کی دیوار سے کود کر اندر آگئی ہے۔ میں نے سوچا شاید وہ بکری میرے شوہر سے چھوٹ کر بھاگ نکلی ہے۔ میں باہر نکلی تو دیکھا کہ میرے شوہر بکری کی کھال اتار رہے ہیں۔ مجھے سخت تعجب ہوا، اور میں نے یہ سارا حال اپنے شوہر سے بیان کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے بہتر عنایت کی ہو، کیونکہ ہم نے اللہ کے حکم پر عمل کیا اور مہمان کی خاطر کی ہے۔ اس کے بعد کہا: اے فرزند! یہ بکری مریدوں کے دل میں چرتی ہے۔ جب ان کے دل اچھے ہیں تو اس کا دودھ بھی اچھا ہے اور ان کا دل بگڑا ہوا ہے تو اس کا دودھ بھی بگڑا ہوا ہوگا۔ چنانچہ تم اپنے دلوں کو خوش رکھو۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے جو ''مریدوں'' کا لفظ کہا اس سے مراد وہ اور اس کا شوہر تھا، لیکن خود کو چھپائے رکھنے، لوگوں کے ذہن کو موڑنے اور مریدوں کے دل کو پاک رکھنے کی ترغیب کے لیے ایسا کہا۔

مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے دل خوش ہیں تو جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ بھی اچھا ہے، پس تم بھی اپنے دل کو خوش رکھو، تاکہ جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ خوش رہے۔

(نفحات الانس، ص: ۶۵۰، ۶۵۵، ۶۵۹)

الاحسان کی خریداری پر رعایت

(۱)	1 سے 5 عدد تک خریداری پر	10%
(۲)	6 سے 20 عدد تک " "	20%
(۲)	21 سے 50 عدد تک " "	30%
(۲)	51 سے زائد " "	40%

ممبر شپ الاحسان شمارہ (۳)

پانچ سالہ ممبرشپ (الاحسان) -/1000

اصحاب خیر برائے ایصال ثواب: -/Rs.500 میں 3 عدد یا -/Rs.1000 میں 6 عدد الاحسان خریدیں اور اہل علم و دانش میں تقسیم کریں یا ادارہ شاہ صفی اکیڈمی کو تقسیم کرنے کے لیے وقف کریں۔

شوکت علی سعیدی

تصورمساوات کےمہلک اثرات

اللہ عزّ وجل کی بے شمار مخلوقات میں مرد وعورت ایسی مخلوق ہیں جنھیں اشرف المخلوقات کا تاج عطا کیا گیا ہے۔کوئی جاندار یا غیر جاندار ایسا نہیں ہے جس میں مکمل موافقت پائی جائے۔ ہر ایک کی طبیعت مختلف ہے۔ ہر ایک کی ذمے داریاں الگ ہیں ۔یہ سارے اختلافات خالق کائنات کی طرف سے ہیں نہ کہ انسانوں نے پیدا کر لیے ہیں۔ چنانچہ قدرت نے جس کا جومقام ومرتبہ عطا کیا اسے اسی کے مطابق رکھا جائے تب ہی جاکرنظام کائنات سے سکون حاصل کیا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔اگرایسانہ ہوتو پورا نظام درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔ایک مرد جوتوانا اور طاقتور نہ ہواس کے کندھے پر دس من کا بوجھ نہیں رکھا جاسکتا،ہاں!جو اس قابل ہو کہ دس من کا بوجھ اٹھا سکے تو اسے یہ ذمے داری دی جاسکتی ہے۔اس اصول کو نگاہ میں رکھ کر ہی انسانی زندگی کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ اگر ہر چیز اپنے مزاج و فطرت کے اعتبار سے قائم رہے تو مسائل پیدا نہیں ہوتے اور جہاں کہیں اس کے اصل مزاج اور فطرت سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے تو فوراً مختلف مسائل پیدا ہونے لگتے ہیں۔

جس طرح مرد ایک خاص مزاج کا حامل ہوتا ہے اسی طرح عورت بھی نسل انسانی سے تعلق رکھنے کے باوجود اپنی طبیعت وخصلت کے سبب مرد سے مختلف ہوتی ہے۔مگر اس واضح اختلاف کے بعد بھی چند دانش مند حضرات یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ مرد وعورت کی ذمے داریاں الگ الگ ہیں، بلکہ ان کا کہنا ہے کہ عورت ہر وہ کام کرسکتی ہے جو مرد کرسکتا ہے۔ ان کا یہ الزام بھی ہے کہ صدیوں سے عورتوں کو تعلیم وثقافت سے دور رکھا گیا جس کی وجہ سے وہ ظلم کی چکی میں پس رہی ہیں اور قیدی کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ جیسے ہی انھیں آزادی ملتی ہے، وہ بڑے بڑے مقابلوں میں کامیاب ہوتی نظر آتی ہیں، مثلاً سیاست،کھیل، صحافت، تعلیم اور تجارت میں جو عورتیں کامیاب ہورہی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ انھیں آزادی کی زندگی نصیب ہوئی۔

لیکن دوسری جانب ایک جماعت اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ عورتیں ہر وہ کام کرسکتی ہیں جو مرد کر سکتے ہیں اور نہ ہی انھیں ہر وہ کام کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے جو مرد کرتے ہیں۔ان کا یہ بھی ماننا ہے کہ اگر عورتیں مردوں کی طرح میدان عمل میں آجائیں تو عام سماجی زندگی بہتر نہیں ہو پائے گی، جیسے سماج میں بڑھتے ہوئے جرائم، بدکاریاں، کمپنیوں اور آفسوں میں عورتوں کا استحصال، خانگی زندگی کا درہم برہم ہونا، بچوں کی غیر ذمہ دارانہ تربیت، ماں باپ کی نافرمانیاں اور دیگر غیر اخلاقی بیماریاں، یہ سب عورتوں کو اُن کا اپنا مقام نہ دینے اور انھیں ان کی اپنی ذمے داریوں سے دور رکھنے کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔

جو لوگ عورتوں کو مردوں کے برابر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ مردوں اور عورتوں کی ذیلی صفات کو سامنے رکھتے ہیں مثلاً:

مرد: عاقل، سمجھدار، تجربہ کار، جسمانی طور پر مضبوط، مدافعت کی قوت رکھنے والے اور معاف کرنے والی صفات سے متصف ہوتے ہیں۔

عورتیں: نرم ونازک، جسمانی طور پر کمزور اور صبر وتحمل

کی پیکر ہوتی ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ یہ ساری صفتیں جو مردوں کے اندر پائی جاتی ہیں کیا ان میں سے بعض عورتوں کے اندر نہیں پائی جاتیں اور جو صفات عورتوں کے اندر پائی جاتی ہیں ان میں سے بعض مردوں کے اندر پائی نہیں جاتیں؟ تو پھر انھیں برابری کا درجہ دینے میں حرج ہی کیا ہے؟ ہاں! جسمانی اختلاف کی وجہ سے چند جگھوں پر رعایت دی جاسکتی ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کا کام کر سکتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے برابر حق رکھتے ہیں۔ پھر یہ کہ مرد و عورت کے عمل میں جو اختلاف ہے وہ خدائی اختلاف نہیں ہے بلکہ انسانوں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ یہ ایک سماجی ڈھانچہ (Social Structure) ہے۔ بچوں اور بچیوں کی الگ الگ ڈھنگ سے تربیت ہوتی ہے، اسی کا اثر ہے کہ مرد یہ سمجھتا ہے کہ عورت کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے اور عورت بھی یہ سمجھتی ہے کہ میں عورت ہوں مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے۔

اس لیے عورتوں کو مردوں کی طرح کام کرنے سے منع کرنا ظلم ہے۔ اس صورت میں عورت گھر کی چہار دیواری میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا مرد ایک مشین پر ڈیوٹی دے کر، ایک کمپنی کے اندر یا ایک دوکان پر رہ کر اپنی زندگی کو نہیں گزار دیتا؟ کیا اس پر یہ ظلم نہیں؟ جب مردوں کو ایسا کرنا ظلم نہیں تو عورتوں کو امور خانہ داری پر لگانا کیوں کر ظلم ہوسکتا ہے؟ اور اگر واقعی عورتیں امور خانہ داری سے باہر آ کر اپنی زندگی کو پہلے سے بہتر بنا سکتیں اور سماج کو پیچیدہ اور پریشان کن مسائل سے روک سکتیں تو یہ درست ہوتا، لیکن یہاں تو معاملہ بالکل برعکس ہے۔ آج عورتوں کو گھر سے باہر نکال کر خود عورتوں کے لیے ہزارہا مسائل پیدا کیے جا رہے ہیں۔

اور یہ سارے مسائل صرف اور صرف اسی وجہ سے ہیں کہ انسان خالق کائنات کے پیدا کیے ہوئے وسائل کو صحیح طور پر نہیں برت پا رہا ہے۔ وہ نہ صرف خدا کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے بلکہ خود بے لگام ہو گیا ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق نیا قانون بنانا شروع کر دیا ہے اور خدا کی خدائی میں نقص نکال کر اپنے کمال و ہنر کا مظاہرہ کرنے لگا ہے جبکہ حقیقت میں وہ اپنی اور پوری انسانیت کی تباہی کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ حالانکہ کلام الٰہی نے واضح طور پر یہ اعلان کر دیا ہے:

"اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ." (سورہ قمر، آیت: ۴۹)

یعنی ہم نے ہر چیز کو ایک خاص انداز پر پیدا کیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ عورتیں جو آغاز آفرینش سے مردوں سے الگ صفات کی حامل ہیں اور ان کی ذمے داریاں بھی مردوں کی بہ نسبت مختلف ہوتی ہیں۔ پھر اس تصور کو مٹانے کی کوشش کرنے والی جماعت کا آخر مقصد کیا ہے؟ کیا حقیقت میں وہ عورتوں کے مسائل حل کرانا چاہتی ہے؟ کیا وہ سچ مچ عورتوں کو ظلم و جبر سے نکالنا چاہتی ہے؟ ظاہر ہے یہ ان کا مقصد نہیں ہوسکتا، ورنہ مغربی ممالک میں عورتیں اس قدر استحصال کا شکار نہ ہوتیں۔

ہاں! ان کا مقصد یہ ضرور ہے کہ ملک کی معاشی حالت بہتر ہو۔ مرد بھی کمائے اور عورت بھی، جس سے شرح معاشیات میں اضافہ ہو اور یہ مقصد دیکھنے میں بھی آ رہا ہے۔ مغربی ممالک کی معاشی ترقی کا ایک اہم محرک یہ بھی ہے کہ مرد آٹھ گھنٹے کام کرتا ہے تو عورت بھی آٹھ گھنٹے کام کرتی ہے۔ وہ کام جس سے دنیا کی دولت ایک جگہ سمیٹی جا سکے۔ مشرقی عورتوں کی بات کریں تو وہ بھی گھریلو کام کرتی ہیں اور بعض تو بارہ بارہ گھنٹے گھر کے کاموں میں مصروف رہتی ہیں جو مردوں کے کام سے کہیں زیادہ ہیں، لیکن ان کاموں سے اس معاشیات کی ترقی نہیں ہوتی جو ترقی یافتہ مغربی ممالک چاہتے ہیں۔

آج کل معاشیات کی ترقی کا نشہ جو ہر ترقی پذیر ممالک پر چڑھا ہوا ہے اوراس کے حصول کے لیے وہ ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔خواہ اس سے لاکھوں مسائل کیوں نہ اٹھ کھڑے ہوں۔انسانیت حیوانیت میں کیوں نہ تبدیل ہو جائے اور انسانیت کی تعریف ہی کیوں نہ بدل جائے ،لیکن معاشی ترقی ہونی چاہیے۔اس کا حل ضرور نکالا جائے گا اور نت نئے طریقے ایجاد کیے جائیں گے۔

یہ رجحان ترقی پذیر ممالک میں اس قدر پنپنا شروع ہو گیا ہے کہ بڑے شہروں میں لڑکیاں دن تو دن اب راتوں میں بھی کام پر جانے لگی ہیں۔اس میں نہ ہندو معاشرے کی تخصیص ہے اور نہ مسلم معاشرے کی،جس کی وجہ سے آئے دن جرائم کی خبریں سننے کو مل رہی ہیں۔سنجیدہ اور حساس انسان حیران ہے اور کافی فکر مند بھی کہ اس شیطانی وبا کو کیوں کر روکا جائے اورانسانی اصولوں کومٹا کر خدائی اصولوں کو جومخلوقات کی طبیعت اورفطرت کے عین موافق ہیں کیسے عمل میں لایا جائے۔

ایک جانب وہ جماعت ہے جوخدائی اصولوں کی نافرمانی کر کے خودساختہ اصولوں پرعمل پیرا ہے اور باضابطہ ایک غالب مورچے کی شکل اختیار کر لی ہےاوردوسری طرف وہ جماعت ہے جوانسان کواس کی فطرت اورمزاج کے مطابق رکھنے پر مصر ہونے کے باوجود؛ دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔اس کے باوجود غیر تو غیر اپنے بھی اسے مذہبی، دقیانوسی اور فرسودہ خیال کہہ کر کنارے پہ ڈال رہے ہیں اور سارے اخلاقی اقدار کو توڑتے ہوئے مغربی اذہان وافکار کے ہم نوا بنتے جارہے ہیں۔اس سے نہ صرف خود ان کی تباہی ہورہی ہے بلکہ جواُن کے اردگرد ہیں وہ بھی اس چکی میں پستے چلے جارہے ہیں۔

اب تو عالم، پنڈت، فادراور دیگر مذہبی رہنماؤں کا اثر بھی عوام قبول نہیں کر پارہی ہے۔والدین اپنی اولاد کو قابو میں نہیں رکھ پارہے ہیں اور پورا سماج اپنی شناخت کھوتا جارہا ہے۔حتیٰ کہ ملک کی تہذیبی اور ثقافتی علامات بھی مٹتی جارہی ہیں۔خارجی اثرات جنھیں ہم مغربی اثرات کہہ سکتے ہیں بلاروک ٹوک ملک ومعاشرے کو اپنی چپیٹ میں لے چکے ہیں،لیکن افسوس کہ ہمارا معاشرہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے چین کی بانسری بجارہا ہے۔

اب جبکہ عورت کو مرد کے برابر قرار دینے کا نتیجہ واضح ہو چکا ہے کہ اس رجحان کو فروغ دینے کا مقصد عورتوں کو ظلم وستم سے نجات دلانا نہیں، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ معاشی مضبوطی حاصل ہو۔آمدنی میں اضافہ ہو۔دنیا میں مال وزر اکٹھا کیا جائے۔مرد اپنے معاش کا خود ذمہ دار ہو اور عورت اپنی کفالت کا خود، تاکہ دونوں آزاد رہ سکیں۔ایسی صورت میں اس فانی دنیا کے عیش وآرام کے جال سے باہر لانے کے لیے ضروری ہے کہ آخرت کی یاد دلائی جائے۔دلوں میں ’’مَتَاعُ الدُّنیَا قَلِیْلٌ‘‘ (دنیا کی پونجی بہت کم اور حقیر ہے) کو جاگزیں کیا جائے اور انسان کو اس کا اصلی منصب یاد دلایا جائے۔عورتیں اپنے فرائض منصبی کو یاد رکھیں اور مرد اپنے فرائض منصبی کو۔

اس حقیقت کے باوجود کہ یہ عمل بڑا مشکل ہے،لیکن یہ بھی سچ ہے کہ انسان کے بس سے باہر نہیں اور یہ ساری چیزیں بغیر اسلامی تعلیمات کے ممکن نہیں، کیونکہ مخلوق اپنے خالق کے قوانین کو اپنا کر ہی ایک صالح اور خوبصورت معاشرے کا نمونہ پیش کرسکتی ہے۔بالخصوص عورتیں اگر اس ذمے داری کو قبول کر لیں تو یہ نہ صرف ان کے لیے بہتر ہے بلکہ اس طرح وہ پورے معاشرے کو خوبصورت اور صالح بنا سکتی ہیں۔

☆☆☆

نصرت پروین

رشتے مضبوط کریں

اللہ تعالیٰ نے مرد وخواتین کو پیدا کیا ہے اور انھیں الگ الگ حیثیت عطا کی ہے۔ مرد کی شکل میں باپ، دادا، نانا، بھائی، بیٹا، بھتیجے وغیرہ اور خواتین کی شکل میں ماں، دادی، نانی، چچی، بہن، بیٹی، بھتیجی وغیرہ کے رشتے ہم انسانوں کو ملے۔ ان سب رشتوں کے مجموعے سے ہی ایک سوسائٹی بنتی ہے۔ اگر رشتے مضبوط ہوں تو سوسائٹی خوبصورت ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے رشتوں کی اہمیت کو سمجھا اور رشتے کو کامیاب بنانے کی کوشش کی گویا کہ انھوں نے معاشرے کو بہتر بنانے کی کوشش کی اور جن لوگوں نے رشتوں کو نہ سمجھا اور اسے خراب کرنے کا ذریعہ بنے تو انھوں نے خود کا بھی نقصان کیا اور معاشرے کا بھی۔

رشتے ہر قسم کے ہوتے ہیں جیسے بھائی بہن کا رشتہ جس میں بہت سارا پیار ہوتا ہے۔ رشتوں میں ماں باپ کا رشتہ بہت اعلیٰ اور بلند مقام رکھتا ہے۔ ماں کے بارے میں اولاد کے لیے یہ کہا گیا ہے کہ ان کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ اسی طرح باپ کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور والدین کو ''اُف'' تک کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ والدین اپنے بچوں کی اچھی پرورش کے ذمہ دار ہوتے ہیں، انھیں اچھا طور طریقہ سکھاتے ہیں تاکہ وہ بڑے ہو کر نیک اور شریف انسان بنے، خود کے لیے بہتر ہو، اور دوسروں کے لیے بھی رحمت بن جائے۔ رشتوں کی شکل میں شوہر بیوی کا بھی رشتہ بہت اہم اور پاکیزہ ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے سکھ دکھ میں ساتھ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لباس سے تعبیر کیا ہے اور عورتوں بچوں کو سکون قرار دیا ہے۔

یہ سارے رشتے اگر مضبوط ہوں تو زندگی بہت ہی خوش گوار ہوتی ہے۔ ورنہ زندگی کا ایک ایک پل مشکل معلوم ہوتا ہے۔ رشتوں کو بہتر بنانے کے لیے ہمیں نیک بیویوں کے واقعات اور ان کی زندگی کو جاننا بہت ضروری ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے محبت و ہمدردی اور دلجوئی کا جو سلوک پیش کیا اس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کی جو خدمت کی ہے اور تنگ دستی میں جو صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے وہ بھی مثالی ہے۔ ہم سب کو ان پاکیزہ صفات خاتون سے سبق حاصل کرنی چاہیے۔

ایک نیک عورت کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کو بہت اچھے سے سنوارتی ہے۔ رشتوں کو بہتر رکھنے کی ہر وقت کوشش کرتی ہے۔ زبان کی حفاظت کرتی ہے۔ دکھ اور تکلیف کو برداشت کر کے دوسروں کے لیے خوشیوں کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اگر ہم خواتین کوشش کریں تو ٹوٹے ہوئے رشتوں کو دوبارہ بحال کر سکتے ہیں اور جو رشتے ہیں اسے اور مضبوط کر سکتے ہیں۔ اس سے گھروں کے اندر اسلامی ماحول دیکھنے کو ملے گا، جہاں پیار ہوگا، خوشیاں ہوں گی اور ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی ہوگی۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے۔

☆☆☆

تصوف وسلوک پر شاہ صفی اکیڈمی

کی ایک نادر اور دستاویزی

پیش کش

نویں صدی ہجری کی جامع شریعت وطریقت شخصیت

حضرت **مخدوم شیخ سعد خیرآبادی** قدس سرہ (م۹۲۲)

کے قلم سے ساتویں صدی ہجری کی مشہور متن تصوف

الرسالة المكية

کی عالمانہ وعارفانہ شرح

مجمع السلوک

جو شریعت وطریقت کا انسائیکلوپیڈیا اور سالکین وطالبین کے لیے دستور العمل ہے۔

مولانا **ضیاء الرحمن علیمی** کے قلم سے

ترجمہ، تحقیق اور تخریج کا کام تیزی کے ساتھ جاری ہے۔

بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے

شاہ صفی اکیڈمی

خانقاہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد، یوپی

اطاعتِ حق

داعی اسلام شیخ طریقت شاہ احسان اللہ محمدی صفوی مدظلہ العالی

ہر گھڑی اس کی اطاعت ہو فزوں	روز و شب اس کی محبت ہو فزوں
فقر و فاقہ میں بسر کر زندگی	بس یہی ہے عینِ روحِ بندگی
ہاتھ سے ہرگز نہ سیم و زر پکڑ	گر پکڑ تو اولیا کا در پکڑ
طالبِ حق طالبِ دنیا نہ بن	نفس اور شیطان کا بندہ نہ بن
بندگی نفسِ امارہ اور فضول	اس کا کچھ حاصل نہ اس کا کچھ حصول
اہل دنیا کے لیے عقبیٰ نہیں	اہل عقبیٰ کے لیے دنیا نہیں
دین و دنیا دونوں ہاتھ آتے ہیں کب	یہ ہوس دل میں نہ رکھ اے بے ادب!
دنیا ایک مردار اور ناپاک ہے	جو سگ و کرگس کی ہی خوراک ہے
تو خدا کا شیر ہے مردِ خدا	تجھ پہ فرضِ عین زہد و اتقا

❀❀❀

حسن اخلاق

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں بیت المقدس تشریف لے گئے تو عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے مصر پر فوج کشی کی اجازت حاصل کر لی اور چار ہزار اسلامی لشکر لے کر مصر کی جانب بڑھے اور مقام ''عین شمس'' اور مصر کی فوجی چھاؤنی ''فرما'' پر اسلام کا پرچم لہرا دیا مگر اسکندریہ جہاں شاہ مصر مقوقس مقیم تھا اسلامی لشکر کو اس کی فتح یابی کے لیے شدید انتظار کرنا پڑا۔ بالآخر اللہ جل مجدہ نے تین مہینے کے محاصرے کے بعد اسکندریہ کا دروازہ بھی مسلمانوں کے لیے کھول دیا اور فتح نصیب ہوئی۔

حضرت عمرو بن عاص کو جب اسکندریہ کی فتح یابی کی خوش خبری ملی تو اللہ کا شکر بجالائے اور جلد از جلد اسکندریہ پہنچنے کی تیاری شروع کر دی، لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا گیا، تمام لشکری اپنے اپنے ساز و سامان سمیٹنے اور کوچ کی تیاری میں مشغول ہو گئے، طنابیں کھلنے لگیں، خیمے اکھاڑے جانے لگے، جانوروں کی پیٹھ پر سامان لد گئے۔ حضرت عمرو بن عاص نے بھی اپنا خیمہ اکھاڑنے کا حکم دے دیا کہ اچانک حضرت عمرو بن عاص کی نظر خیمے کے اندر موجود ایک گھونسلے پر پڑی جس میں کبوتر نے انڈا دے رکھا تھا، حضرت عمرو بن عاص سوچ میں پڑ گئے کہ اگر یہ خیمہ کھول دیا گیا تو کبوتر کا گھر اجڑ جائے گا اور ایک مسلمان کے ہاتھ سے ایک بے زبان پرندے کو تکلیف پہنچے گی۔ فوراً سپاہیوں کو خیمہ اکھاڑنے سے روک دیا اور فرمایا کہ اس خیمہ کو نہ اکھاڑو، اسے یوں ہی چھوڑ دو، تاکہ ہمارے مہمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے

اور اس طرح صرف ایک کبوتر کے آرام و آسائش کی خاطر اس خیمہ کو وہیں چھوڑ دیا گیا جو میدان جنگ میں سپاہی کے لیے نہ صرف سردی اور گرمی سے بچنے کا ٹھکانہ ہوتا، بلکہ بسا اوقات قلعہ کا کام بھی کرتا ہے۔ اسکندریہ سے واپسی پر حضرت عمرو بن عاص نے اسی مقام پر ایک شہر کی تعمیر کا حکم دیا۔

عربی زبان میں خیمہ کو ''فسطاط'' کہتے ہیں اس لیے وہ مقام کبوتر کے اسی خیمے کی نسبت سے ''فسطاط'' کے نام سے مشہور ہوا جو آج تک مسلمانوں کے حسن اخلاق کا گواہ ہے۔

(معجم البلدان، از یاقوت الحموی، جلد:۴، ص:۲۶۳)

بچو! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا حسن اخلاق اتنا عظیم رہا ہے کہ ان کے ہاتھوں پرندے تک محفوظ اور مامون تھے مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج کا مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں پریشان ہے۔ اس لیے ہمیں اس سے یہ نصیحت لینی چاہیے کہ ہمارے ہاتھوں کسی بھی مخلوق کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

☆☆☆

حسین سعید صفوی

مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ

اس خاکدان گیتی پر اللہ جل شانہ نے انبیائے کرام کی نیابت کے لیے بے شمار اولیائے عظام کو مبعوث کیا تا کہ وہ دینی خدمات انجام دیں اور نظام نبوی کو باقی رکھیں۔ ہر ایک نے اپنی ذمے داریاں نبھائیں اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان میں کچھ ایسے تھے جن کے چلے جانے کے بعد ان کی شہرت باقی نہ رہ سکی، مگر اللہ کے کچھ خاص بندے ایسے بھی تھے جن کو اس دنیا سے رحلت کیے صدیاں گذر گئیں لیکن انھیں دنیا اور اس میں رہنے والے لوگ آج بھی اسی طرح یاد کرتے ہیں اور ان کے ترانے گاتے ہیں جیسے کہ وہ ان کی ظاہری زندگی میں گایا کرتے تھے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ انھوں نے اپنی ساری زندگی اللہ تعالی کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں گذار دی، یہاں تک کہ اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان وعظمت کو نہ صرف بڑھایا بلکہ ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا:

”وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ.“ (سورہ بقرہ، آیت:۱۵۴)

یعنی جو اللہ تعالی کی محبت میں قتل کیے جائیں انھیں مردہ گمان بھی نہ کرو۔

انھیں خاص بندوں میں حضرت مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔

ولادت باسعادت

مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ آج سے تقریباً ۱۵۰ر برس پہلے تہذیب وثقافت کے امین شہر ”الہ آباد“ سے ۲۱ر کیلو میٹر مغرب میں واقع ”سید سراواں“ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ سنہ پیدائش کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے لیکن اتنا تو طے ہے کہ انھوں نے کل بیالیس برس کی عمر پائی، اس لحاظ سے ایک اندازے کے مطابق ان کی سنہ پیدائش ۱۲۷۸ر ہجری مطابق ۱۸۶۱ر عیسوی ہوتی ہے، کیونکہ تاریخ وفات جو یقینی ہے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۳ ہے۔ والدین کریمین نے آپ کا نام ”امیر علی“ رکھا لیکن عوام کے درمیان ”عارف صفی“ کے لقب سے مشہور ہوئے، اس کے علاوہ آپ کو ”سلطان العارفین“ اور ”گیسودراز“ جیسے القابات سے بھی موسوم کیا جاتا رہا ہے۔

تحصیل علم

سلطان العارفین شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ نے ابتدا تا انتہا تمام طرح کے علوم وفنون سید سراواں کے گردونواح میں ہی حاصل کیا اور سولہ برس کی عمر ہی میں تمام علوم وفنون سے سرفراز ہوگئے۔

بیعت وخلافت

جب ظاہری علوم وفنون سے فارغ ہوگئے تو دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر باطنی علوم کی جانب متوجہ ہوئے اور اپنے وقت کے مشہور صوفی، ولی کامل حضرت وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کیں اور یہ کہتے ہوئے رخصت کیا کہ پیارے! رب کائنات تمھیں اعلیٰ مقام عنایت فرمانے والا ہے مگر تمھارا حصہ میرے پاس نہیں ہے بلکہ بارہ بنکی میں مقیم حضرت عبد الغفور صاحبِ سرّ قل ھواللہ شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس ہے۔ چنانچہ حضرت مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ، قطب عالم حضرت قل ھواللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پہنچے اور جیسے ہی آنکھیں چار ہوئیں اور نگاہ رخ زیبا پر پڑی تو پل بھر دیر کیے بغیر دل دے بیٹھے۔ پھر دل ہی دل میں تمام مراحل طے ہوگئے اب صرف رسم بیعت باقی تھی جو دوسرے دن رسمی طور پر انجام پائی۔

حضرت قل ھواللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ کو تمام رموز حقیقت سے آشنا کراتے ہوئے محض بیس برس کی عمر میں خلافت سے بھی نواز دیا اور خدمت خلق کے لیے مامور کیا۔ جس فریضے کو مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ نے بڑی خوب اسلوبی کے ساتھ انجام دیا اور دنیا نے دیکھا کہ ایک بڑی تعداد میں مخلوق خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

خلفاء

آپ نے جاں نثار خلفا کی ایک جماعت تیار کی تھی جنھوں نے ملک کے مختلف گوشوں میں دعوت وتبلیغ کے عظیم فرائض انجام دیے ان کی صحیح تعداد کا تعین سخت مشکل ہے البتہ ان میں درجہ ذیل خلفا نے بہت شہرت حاصل کی:

(۱) حضرت شاہ صفی اللہ محمدی عرف شیخ نیاز احمد میاں صاحب قدس اللہ سرہ خلف اکبر و جانشین اول

(سید سراواں، الہ آباد)

(۲) مخدوم شاہ ظہور اللہ محمدی عرف سید عبد اللطیف قدس اللہ سرہ (پرخاص، الہ آباد)

(۳) مخدوم شاہ علیم اللہ محمدی قدس اللہ سرہ

(نیم سرائے، الہ آباد)

(۴) مخدوم شاہ نعمت اللہ محمدی عرف مولانا حاجی سید محمد امین اللہ قدس اللہ سرہ (کلکتہ)

حضرت شاہ صفی اللہ محمدی عرف شیخ نیاز احمد میاں صاحب قدس اللہ سرہ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شاہ محمد خادم صفی محمدی عرف شیخ ریاض احمد قدس اللہ سرہ کو خلیفہ و جانشیں مقرر فرمایا اور ان کے جانشیں داعی اسلام حضرت شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ صفوی محمدی ادام اللہ ظلہ علینا ہیں جو آج بھی ''خانقاہ عارفیہ'' سید سراواں سے فیض کا دریا بہا رہے ہیں۔

ملفوظات

(۱) ارشاد فرمایا: جس کسی کو فقر میں کمال حاصل ہوتا ہے وہ یاد الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہتا ہے۔ قناعت اس کا شیوہ ہوتا ہے،

بلاؤں میں صبر اور رضائے الٰہی پر شاکر وقائم رہنا اس کا طریقہ ہوتا ہے۔ دل سے لالچ کی جڑ کو اکھیڑ چکا ہوتا ہے اور شریعت حقّہ کی پیروی کے لیے چُست ہوتا ہے۔

(۲) ارشاد فرمایا: طالب آخرت دنیاوی لذات کے پیچھے نہیں پڑتے، آخرت کے مزے اور لذتیں دنیاوی لذات سے بہت اعلیٰ وافضل ہیں۔

(۳) ارشاد فرمایا: جس شخص کا اعتقاد عقل پر منحصر ہوتا ہے وہ خواہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو، ہمیشہ دلائل وبراہین کا خواہاں وجویاں رہتا ہے، توہمات سے اسے چھٹکارا نصیب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا دل عشق کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لہذا چاہیئے کہ توہماتِ دلائل وبراہین سے علاحدہ ہوکر خدا و رسول اور اولیاء اللہ کے عشق ومحبت کی قید میں آجائے۔

تصنیفات

مخدوم شاہ عارف صفی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار تصانیف یہ ہیں:

(۱) مثنوی معرفت (۲) دیوان عارف

(۳) مراۃ الاسرار (۴) گنجینۂ اسرار

وفات

آپ پوری زندگی اصلاح وتربیت اور دین کی تبلیغ واشاعت میں لگے رہے اور ہمیشہ مذہب حق کی سربلندی کے لیے فکرمند رہے لیکن ابھی آپ زندگی کی بیالیس بہاریں ہی دیکھ پائے تھے کہ پروانۂ اجل نے آواز دی اور حضرت مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوگئے اور اس طرح بیالیس برس کی عمر پاکر ۱۸/ ذی قعدہ سنہ ۱۳۲۰ ہجری مطابق ۱۹۰۳ عیسوی میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ اناللّٰہ واناالیہ راجعون

ان کو پردہ فرمائے آج برسہابرس بیت گئے ہیں، لیکن پھر بھی ان کے فیض کا دریا جوں کا توں جاری ہے۔ لوگ آج بھی آتے ہیں، فیض پاتے ہیں اور دلی سکون حاصل کر کے واپس ہوتے ہیں۔ سیدسراواں میں آج بھی حضرت مخدوم شاہ عارف صفی علیہ الرحمہ کا مزار مبارک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اللہ جل مجدہ سے دعا ہے کہ ان کے فیض کا ایک وافر حصہ ہم سب کو عنایت فرمائے۔ (آمین) ☆☆☆

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے منھ نہ پھیرو، اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی ہوجاؤ اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، ص: ۸۹۶)

سیدسلمان چشتی

اخلاص اور ریا

دور حاضر میں اگر آپ مسلمانوں کے احوال واعمال اور نظریات وافکار کا جائزہ لیں تو یہ امر آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ عام طور پر مسلمان نیک اعمال سے کوسوں دور ہیں۔ان میں کچھ لوگ کسی طرح نیک اعمال کرتے بھی ہیں توان کے اعمال اخلاص سے خالی ہوتے ہیں۔آخر یہ قوم مسلم کب تک غفلت کی چادر اوڑھے سوتی رہے گی اوراپنا قیمتی وقت برباد کرنے میں مصروف رہے گی؟اور کب اپنے خالق کی بے لوث محبت میں اپنے شب و روز گزارے گی؟ کیا مسلمانوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ وہ اپنے مولیٰ کی عبادت و ریاضت کر کے کامیابی اور کامرانی سے ہم کنار ہوں؟ کیاان کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد کی تکمیل کے ذریعے دارین کی سعادت سے بہرہ ور ہوں؟ اور اپنے محبوب حقیقی کی معرفت حاصل کر کے اس کو راضی اور خوش کریں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امت بھی پچھلی امتوں کی طرح ہلاک کردی جائے،جنھوں نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پس پشت ڈال دیا تھااور اپنے مولیٰ کی نافرمانی میں مشغول ہوگئے تھے،الامان والحفیظ۔

میرے کہنے کا مقصد فقط اتنا ہے کہ مسلمان اپنے مولیٰ کی معرفت حاصل کریں اور دنیاوآخرت کی سعادت سے مشرف ہوں،اپنے معبود حقیقی کی خوب خوب عبادت کریں اوراس کی عبادت صرف اورصرف اسی کے لیے کریں کہ وہی تنہا عبادت کے لائق ہے اوراپنے تمام کے تمام نیک اعمال میں اخلاص پیدا کریں۔

اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے تمام اعمال صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرے، جنت کی چاہت یا نار جہنم سے بچنے کے لیے نہ کرے بلکہ اس میں یہ بھی نیت رکھے کہ جنت میں محبوب حقیقی کی خاطر جاؤں گا اور جہنم میں اس کی ناراضگی کی وجہ سے جاؤں گا،کیونکہ ایک سچے عاشق کے لیے ضروری ہے کہ ہر کام رضائے مولیٰ کے لیے کرے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

” وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاء “ (سورۃ البینۃ،آیت:۴)

یعنی ان کو صرف اسی چیز کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو ہو کر اللہ کی عبادت کریں۔

اوراسی لیے اللہ جل مجدہ دین یعنی عبادت کے اندر امت مسلمہ کو اخلاص کی تعلیم دے رہا ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال کو صرف اورصرف اللہ ہی کے لیے کریں اوراس میں غیر کا شائبہ تک نہ ہونے دیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جسے میں کسی شخص کے دل میں رکھ دیتا ہوں پھر خوداس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ سے اخلاص کے تعلق سے دریافت کیاتو آپ نے فرمایا:

”اَنْ تَقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ تَسْتَقِيْمَ كَمَا اُمِرْتَ.“

(احیاء العلوم ج/۴،ص/۳۸۲)

تم کہو میرا رب اللہ ہے پھر اسی پہ قائم رہو جس طرح قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے

اخلاص اور صالحین

حضرت معروف کرخی خود کو کوڑے سے مارتے اور فرماتے اے نفس! اخلاص کیا کر، تا کہ تجھے نجات حاصل ہو۔

شیخ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ شخص نیک بخت ہے جو تمام عمر اخلاص کے قدموں سے چلا اور اس کام میں اس نے رضائے الٰہی کے سوا دوسرا کچھ نہ چاہا۔

صالحین اور صادقین کے اخلاص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ علم میں نہایت خلوص رکھتے تھے اور اس میں ریا کی آمیزش سے سخت ڈرتے تھے، حضرت حسن بصری اکثر اپنے نفس پر عتاب فرماتے اور اس کو جھڑک کر کہتے کہ تو باتیں طاعت گزاروں، پرہیزگاروں اور عابدوں جیسی کرتا ہے مگر تیرے افعال فاسقوں، منافقوں اور ریاکاروں جیسے ہیں، واللہ یہ مخلصوں کے صفات نہیں ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی مخلص کب ہوتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا جب اس کی عادت شیرخوار بچے جیسی ہو جائے کہ تعریف اور مذمت کی وہ کچھ پرواہ نہ کرے۔

ابوعبداللہ انطاکی فرماتے ہیں کہ جو شخص ظاہری اعمال میں خلوص پیدا کرنے کا طالب ہو، اور دل میں لوگوں کا خیال رکھے وہ ایک امر محال کا طالب ہے، کیوں کہ اخلاص تو ایک ایسا پانی ہے جس سے دل کو زندگی نصیب ہوتی ہے اور ریا اس کی موت ہے۔

ریا کی علامت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے محفل میں اپنے آپ کو برا کہا اس نے درحقیقت اپنی تعریف کی اور یہ بھی ریا کی علامتوں میں ہے۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص اپنے علم و عمل کے بارے میں لوگوں کو اپنے دل کی بات سے آگاہ کرے تو لوگ اسے برا جانیں اور اسے بے وقوف کہیں تو یہ بھی ریاکاری ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے تھے کہ کوئی دوست اپنے دوست سے روزے کے تعلق سے دریافت نہ کرے، کیوں کہ اگر اس نے کہا کہ میں روزے سے ہوں تو اس کا نفس خوش ہوگا اور اگر انکار کیا تو اس کا نفس غمگین ہوگا اور یہ دونوں ریا کی علامت ہے۔

اخلاص کی علامت

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی کو گردن جھکائے دیکھتے تو اسے کوڑے مارتے اور فرماتے تیرا بھلا ہو خشوع تو دل میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ایک روز کسی شخص کے پاس سے گزرے جو سجدے میں رو رہا تھا تو فرمانے لگے کیا ہی اچھا ہوتا اگر تو گھر میں ہوتا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھتا۔

ابراہیم بن ادہم نے فرمایا میں ایک روز ایک پتھر کے پاس سے گزرا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا، پھر مزید علم کا طالب کیوں ہے۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر شخص کو اخلاص کی دولت سے مشرف فرمائے اور ہم میں سے ہر شخص کو اپنی تخلیق کے مقصد سے سرفراز فرمائے۔

☆☆☆

ای - کیرئیر

دنیا جس تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے، افراد کے ذہنوں میں بھی اسی رفتار سے تبدیلی آ رہی ہے۔ آج حالت یہ ہے کہ ہر انسانی عمل مشینوں کے زیر اثر ہو گیا ہے۔ انسانی ترقی کی یہ ایک عظیم صدی ہے جہاں تسخیرِ کائنات کے فطری و قدرتی اصول کے تکملہ کی کوشش میں انسان تیز گام ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں مشینوں کے استعمال نے انسانی وسائل کی تیز رفتار نشو و نما اور تربیت کے بہتر اور وسیع مواقع مہیا کیے ہیں۔ اسی نقطۂ عروج سے الیکٹرانکس کیریئر یا E-Career کا آغاز ہوتا ہے جو آج کا ایک موثر اور فائدہ بخش کیریئر ہے۔

کمپیوٹر سے اپنے آپ کو جوڑنا آج ہر شخص کی ضرورت بن گئی ہے۔ چند سال پہلے انٹرنیٹ نے ہندوستان میں قدم جمائے۔ پھر بڑی تیزی کے ساتھ ہندوستان کے ہر شعبے میں اس کے لازمی استعمال نے اس کی ترقی کی رفتار بڑھانے کے ساتھ اس میں استحکام پیدا کر دیا۔ ملک کے تمام سرکاری و خانگی شعبے مختلف امور کی انجام دہی کے لیے انٹرنیٹ ایک مرکزی میڈیم کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔

شعبۂ صحافت

پہلا اہم شعبہ صحافت کا ہے، پرنٹ ہو کہ الکیٹرانک میڈیا، دونوں زبردست مسابقتی دور سے گذر رہے ہیں۔ اس کے لیے انٹرنیٹ ایک اہم میڈیم کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے اور سٹیلائٹ، فائبر آپٹکس، انالوگ، ڈِجٹل ٹیلی فون، نٹ ورکس میں ارتھ آربٹ سسٹم، ریڈیو لنکس وغیرہ سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہوئے کوئی بھی شخص دنیا کے کسی بھی خطے کی خبر لمحوں میں پڑھ، دیکھ اور سن سکتا ہے اور اس اطلاع، تصویر یا انفارمیشن کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہے، پلک جھپکتے ہی لاکھوں اربوں لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا سکتا ہے۔

سیاحتی شعبے

سیاحتی شعبے میں انٹرنیٹ کے بڑے پیمانے پر استعمال نے تمام سیاحتی مراکز کو ایک دائرے میں لا کر کھڑا کر دیا ہے جس کی وجہ سے سیاحوں کے لیے بہت آسانیاں ہو گئی ہیں ۔اس شعبے کے تمام امور کی انجام دہی کے لیے انٹرنیٹ کے توسط سے ہی عالمی نیٹ ورکنگ سے استفادہ کیا جا رہا ہے اور اس پس منظر میں نوجوانوں کے لیے اس مخصوص اور بڑے شعبے میں اپنا کیریئر بنانے کے مواقع وسیع طور پر مہیا ہو گئے ہیں۔

شعبۂ بزنس

تیسرا اہم شعبہ بزنس ہے۔ آج کے الیکٹرانک دور میں تجارت بے حد وسیع ہوگئی ہے جس کے لیے آج ایک لفظ بھی گڑھ لیا گیا ہے ای- کامرس۔ آج اپنی پسندیدہ کوئی بھی چیز دنیا کے کسی بھی گوشے سے گھر بیٹھے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ نہ چیز کی پسندیدگی کے لیے، نہ انتخاب کے لیے، نہ خریداری کے لیے اور نہ ہی رقم کی ادائیگی کے لیے۔ کوئی بھی شخص انٹرنیٹ کے ذریعے عالمی منڈی سے چیزیں خرید کر ان کی قیمت کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ادا کرسکتا ہے۔

ان کے علاوہ زندگی کے تقریباً ہر شعبے میں کمپیوٹر اور الیکٹرانک اشیا کے استعمال کی ترقی کے مدِّ نظر آج انسان نے اپنے آپ کو 21 ویں صدی کی ان الکیٹرانک ضرورتوں سے ہم آہنگ کرنا شروع کردیا ہے۔ اور انسانی زندگی اور ذہنی ارتقا کے ان تقاضوں کی تکمیل کے طور پر اداروں اور جامعات نے ان کیریئرس کے لیے مختلف تربیتی پروگراموں کی فراہمی جاری رکھی ہے۔ بہتر ہوگا کہ ای- کیریئر کے تعلیمی و تربیتی مواقع پر ایک نظر ڈالی جائے۔ سر دست چار اہم شعبوں پر محیط کیریئر کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔

(1) E-Journalism (2) Advertising and Feed back of the Net (3) Profiting the Reader (5) Content Generation and Research (6) Content Design (7) Visual Design, Colours Background (8) Promotion in Web Environment Etc.

ای۔ ٹورزم کے تحت درج ذیل شعبوں میں طالب علم کو قابل بنایا جاتا ہے تاکہ اس کے کسی بھی چھوٹے یا بڑے شعبے میں کامیابی کے ساتھ عہدبرآ ہوسکے۔

(1) Travel Planning on the Net (2) On-Line Ticketing (3) On-Line Hotel Reservation (4) Value-Added Tourism Services (5) On-Line Customer Servicing.

ای۔ مارکیٹنگ کے تحت ان شعبوں میں تربیتی پروگرام فراہم ہیں۔

(1) Business and Marketting Strategies for the Net (2) Building an E-Brand (3) Website Positioning through strategic Tie-ups (4) Customer Servicing on the Net.

ای۔ انٹرپرینرشپ کے تحت ایک مکمل کورس اس انداز میں فراہم کیا جارہا ہے تاکہ بہ حیثیت مجموعی ایک بڑے عہدے پر یا بڑے کاروبار کے چھوٹے چھوٹے یونٹ میں ملازمت اختیار کی جاسکے۔

(1) Choosing of On-Line Business Model (2) Creating and Planning for Infrastructure (3) Logistics of YAN On-Line Business (4) Integration with Existing Business Developing Web Sites & Managing Websites.(5) Payment Processing Etc.

ان کے علاوہ ای۔ کامرس، ای۔ بزنس، ای۔ ہیلتھ کیئر، ای۔کونسلنگ، ای۔ الائنس (شادی وغیرہ سے متعلق پیامات)۔جیسے سیکڑوں شعبوں میں مختلف کورسیز ہندوستانی جامعات اور تعلیمی اداروں میں آن لائن اور کلاسیز کے ذریعے سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ مدت میں اور ریگولر یا فاصلاتی طرز میں فراہم ہیں۔ عام طور سے ہر سال جنوری سے جون تک ملک کے بڑے انگریزی روزناموں، علاقائی زبانوں کے سب سے زیادہ پڑھے جانے والے اخبارات اور بہ طور خاص سرکاری ہفت روزہ روزگار سماچار (انگریزی، اردو، ہندی) میں ان تمام کورسیز کے اعلانیے شائع ہوتے ہیں۔10+2/PUC، بارہویں اور انٹرمیڈیٹ یا گریجویشن کے ساتھ یا بعد میں ان کورسیز میں داخلہ لیا جاتا ہے۔

بہتر یہی ہے کہ طالب علم اپنا ریگولر کورس کرتے ہوئے ان میں سے کوئی بھی پروگرام فاصلاتی طریقۂ تعلیم میں جاری رکھے اور ساتھ ہی انگریزی میں مہارت بھی پیدا کرے۔ واضح رہے کہ اس فیلڈ میں ابھی سب سے زیادہ چائنز اسٹوڈنٹ کی توجہ ہے۔ای۔ کیرئیر ہماری نسل کے درخشاں مستقبل کے لیے بے حد مفید ہے۔

☆☆☆

صوفیہ کسے کہتے ہیں؟

اسلام کا تعلق ظاہری و بدنی اعمال سے ہے۔ ایمان کا تعلق قلبی تصدیق سے، احسان جس کو ہم آج کی اصطلاح میں تصوف بھی کہتے ہیں، ان دونوں یعنی اسلام و ایمان کے کمال کا نام ہے۔

اسلام و ایمان کی خوب صورتی اور اس کا حسن احسان ہے۔ حسن اور احسان کا مادہ بھی ایک ہے۔ اسلامیات یعنی ظاہری اعمال و افعال دوسرے الفاظ میں شرعی قوانین سے تعلق رکھنے والے اور ان کی حفاظت میں سرگرداں رہنے والوں کو فقہائے اسلام کہتے ہیں اور قلبی افعال یعنی ایمانیات سے متعلق مسائل سے بحث کرنے والوں کو متکلمین وائمہ عقائد کہتے ہیں اور ان دونوں کی حفاظت و پیروی کرتے ہوئے بغض وحسد، کینہ وعداوت، غیبت وچغل خوری سے بچتے ہوئے حسن خلق کا مظاہرہ کر کے اسلام و ایمان میں حسن پیدا کرنے والوں کو صوفیہ کہتے ہیں۔ (الاحسان۔۲،ص:۴۲)

خضرِ راہ دہلی

دہلی یونیورسٹی میں یکم جون سے داخلے کا عمل شروع ہوگا

فرضی واڑے کو روکنے کے لیے شفاف اور اسٹوڈنٹ فرینڈلی داخلہ پالیسی کا خاکہ تقریباً طے ہو چکا ہے

دہلی یونیورسٹی میں داخلے کا عمل جون کے پہلے ہفتے میں شروع ہوگا۔ اس بار دہلی یونیورسٹی میں داخلے کے لیے پری رجسٹریشن ہوگا۔ یہ رجسٹریشن آن لائن اور آف لائن دونوں موڈ پر رہے گا۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر دنیش سنگھ نے میڈیا کو بتایا کہ ڈی یو کے داخلہ عمل میں فرضی واڑے کو روکنے کے لیے شفاف اور اسٹوڈنٹ فرینڈلی داخلہ پالیسی کا خاکہ تقریباً طے ہو چکا ہے جس میں ایس سی، ایس ٹی طلبہ کو بھی داخلے کے بعد کورس تبدیل کرنے کی سہولت پر غور کیا جا رہا ہے۔ دراصل محفوظ زمرہ کے ان طالب علموں کا داخلہ سینٹرلائز پری رجسٹریشن کے عمل سے ہوتا ہے۔ وائس چانسلر نے بتایا کہ تیار داخلہ پالیسی پر بحث جاری ہے۔ اگلے کچھ دنوں میں یونیورسٹی کی طرف سے پالیسی کا اعلان کیا جائے گا، کیونکہ گذشتہ سال یکم جون کو ڈی یو کا داخلہ عمل شروع ہوا تھا۔ اس بار کوشش یہ بھی رہے گی کہ کٹ آف لسٹ کی تعداد زیادہ نہ ہو۔ ساتھ ہی او بی سی کی کٹ آف میں کل کٹ آف کا 10 فیصد پہلے سے ہی کم کر دیا جائے گا۔ پری ایڈمیشن فارم آن لائن ہونے کے ساتھ ساتھ مینول موڈ پر بھی رہیں گے۔ ڈی یو کے ڈین کے اسٹوڈنٹ ویلفیئر پروفیسر جے ایم کھرانا نے میڈیا سے کہا کہ داخلہ عمل کے دوران طالب علم یا والدین کو فارم خریدنے سے لے کر جمع کرانے تک کئی بار دھکے کھانے پڑتے ہیں۔ اس لیے انھیں پریشانی نہ ہو، اس لیے اس بات کا پورا خیال رکھا جا رہا ہے کہ داخلہ عمل پوری طرح سے اسٹوڈنٹ فرینڈلی رہے۔ آن لائن درخواست کے لیے کچھ کالجوں کو مرکز بنایا جائے گا۔ ایسے طالب علم جن کے پاس آن لائن داخلہ فارم کی درخواست دینے کی سہولت نہیں ہے اور تکنیکی علم سے انجان ہیں وہ ان مراکز پر درخواست دے سکیں گے۔ درخواست کا عمل مکمل ہونے کے بعد ڈی یو انتظامیہ اسے کالجوں کے پاس بھیجے گا۔ جس کی بنیاد پر کالج انتظامیہ اپنی کٹ آف تیار کریں گے۔ ایسا ہونے پر ڈی یو کے کالجوں میں محدود سیٹوں سے زیادہ پر داخلے نہیں ہو سکیں گے، کیونکہ درخواست میں طلبہ کی کٹ آف اور کالج کی پسند بھرنے سے کالجوں کو بھی سہولت ہوگی۔

جامعہ ملیہ کا داخلوں کے قوانین میں ترمیم کرنے کا فیصلہ

گریجویٹ کورسوں میں داخلوں کے لیے این سی سی بی سرٹیفکیٹ کو ترجیح

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے 13-2012 کے سیشن میں داخلوں کے لیے این سی سی کیڈیٹس کو ملنے والی چھوٹ میں ترمیم کی گئی ہے۔ جامعہ ملیہ میں گریجویٹ کورسوں کے داخلہ میں اب این سی سی کے اے اور بی سند یافتہ دونوں ہی قابل قبول ہوگا جبکہ ابھی تک گریجویٹ کورسوں کے داخلوں میں صرف اے کیٹیگری ہی قابل قبول ہوا کرتی تھی۔ اس طرح جامعہ کے پوسٹ گریجویٹ

کورسوں کے داخلہ میں سی کیٹیگری کے سٹرفکیٹ کو داخلوں میں چھوٹ ملے گی۔ جبکہ ابھی تک پوسٹ گریجویٹ کورسوں میں بی اورسی دونوں قسم کے سٹرفکیٹ میں چھوٹ ملتی تھی۔ واضح رہے کہ جامعہ کے کورسوں میں این سی سی کیڈیٹس کو چھوٹ دی جاتی ہے۔ یہ چھوٹ کٹ آف میں 5 فیصد تک دی جاتی ہے، لیکن 5 فیصد تک کی چھوٹ لینے کے لیے این سی سی کیڈیٹس کے پاس مقررہ زمرہ کا سند ہونا ضروری ہے۔ جس کی تصدیق کے بعد داخلہ میں چھوٹ ملتی ہے۔ جامعہ نے ان زمرہ کی اسٹوڈنٹس کے داخلہ میں چھوٹ کی شرائط میں تبدیلی کی ہے۔ جس کے تحت اب تبدیل شدہ ضابطے کے تحت ان زمروں کے اسٹوڈنس کو داخلہ ملے گا۔ جامعہ کے ذرائع کے مطابق این سی سی کیڈیٹس کو داخلہ میں چھوٹ کے لیے سند لانا ضروری ہوگا جس کی جانچ جامعہ کیمپس میں واقع این سی سی آفس سے کی جائے گی اور اسی کے بعد اسٹوڈنٹس کو داخلہ میں چھوٹ مل سکے گی۔ جامعہ نے اپنے قوانین کو بدلنے کے لیے جامعہ کے نوٹیفیکشن 6 میں ترمیم کی ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں جولائی سے ''میٹا یونیورسٹی'' کا آغاز

میٹا یونیورسٹی میں ڈی یو، جے این یو اور آئی آئی ٹی مل کر کام کریں گے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں جولائی سے میٹا یونیورسٹی شروع کرنے جارہا ہے۔ جس کے لیے جامعہ اکیڈمک کونسل سے ہری جھنڈی بھی مل گئی ہے۔ میٹا یونیورسٹی میں ڈی یو، جے این یو اور آئی آئی ٹی مل کر کام کری گے۔ جس میں داخلہ لینے والے طلبہ کے لیے یونیورسٹی کی باؤنڈری محدود نہیں ہوگی۔ یہ بات جامعہ کے وائس چانسلر پروفیسر نجیب جنگ نے میڈیا سے کہا کہ میٹا یونیورسٹی بنانے کے پیچھے حکومت ہند کا ارادہ تعلیمی ڈھانچے میں تبدیلی کرنے کے ساتھ نوجوانوں کی تعلیمی لیاقت کو بہتر بنانا ہے۔ ساتھ ہی طلبہ کو چار یا پانچ مجامین میں محدود کرنے کی بجائے انھیں تعلیم حاصل کرنے کی کھلی چھوٹ دی جائے گی۔ میٹا یونیورسٹی میں کئی اہم کورس چلائے جائیں گے۔ شروع میں ڈپلومہ سطح کا کورس پڑھایا جائے گا۔ جس میں اس سال ۴۰ سے ۵۰ طلبہ کو داخلہ دینے کا منصوبہ ہے۔ یہ طلبہ اپنی خواہش کے مطابق آرٹ، کامرس، سائنس، ریاضی اور ٹیکنکل سے متعلق مضامین پڑھنے کے لیے آزاد ہوں گے۔ جس سے طلبہ اصولی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تعلیم بھی حاصل کرسکیں۔ میٹا یونیورسٹی کے اداروں میں موجود فیکلٹیز کی بھی باؤنڈری ختم ہوجائیں گی۔ اس سے پروفیسران کے درمیان بھی تعلیم کی توسیع ہوگی۔ وائس چانسلر نجیب جنگ بتاتے ہیں کہ ڈی یو وائس چانسلر پروفیسر دنیش سنگھ نے میٹا یونیورسٹی میں چلنے والے کورسوں کو ریاضی سے جوڑنے کی سفارش کی ہے۔ ماہرین نے ان کے اس خیال کا خیر مقدم کیا ہے کیونکہ ریاضی ہمیشہ مشکل کو آسان بناتا ہے۔ ایسی صورت میں طلبہ جب ریاضی کے سوالوں کا حل پریکٹکل طور سے کرکے دیکھیں گے تو نئے فارمولوں کے ساتھ ساتھ نئی راہیں کھلیں گی۔ عالمی سطح پر تعلیم کے فروغ اور بہتری کے لیے میٹا یونیورسٹی ایک تحریک ثابت ہوگی۔

میٹا یونیورسٹی کے طالب علم آئی آئی ٹی میں جاکر ٹیکنکل تعلیم حاصل کرسکیں گے۔ جے این میں بین الاقوامی سیاسی تعلیم کی تفصیلی جانکاری بھی لے سکیں گے اور جامعہ میڈیا ریسرچ لیب میں اپنی صلاحیتوں میں مزید نکھار پیدا کرسکیں گے یعنی طلبہ کے لیے ہر سطح پر مواقع فراہم ہوں گے۔

نوٹ: خبرنامہ کے موضوعات: تعلیمی خبریں۔ مذہبی خبریں۔ معاشی خبریں۔ سماجی خبریں۔ ہیں ان سے متعلقہ خبریں ہی ارسال کریں۔

”کاروان رئیس القلم“ کا

امام غزالی نمبر

پانچویں صدی کے مجدد حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی قدس سرہٗ (ولادت ۴۵۰ھ وفات ۵۰۵ھ) کی وفات کو عیسوی کیلنڈر کے حساب سے ۲۰۱۱ء میں نوسو (۹۰۰) سال پورے ہو چکے ہیں۔اس مناسبت سے ان کی شخصیت وخدمات کے حوالے سے دنیا کے مختلف گوشوں میں سیمینار، سمپوزیم اور کانفرنسیں منعقد ہویں اور انھیں یاد کیا گیا۔ یہ بات فرحت انگیز ہے کہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا ذاکر نگر، نئی دہلی (بانی قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہٗ) کے ارباب حل وعقد نے اس موقع پر سالانہ مجلّہ **”کاروان رئیس القلم“** کا امام غزالی نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے، تقریبا چارسو صفحات پر مشتمل یہ نمبر اپنے مواد اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے انتہائی علمی، فکری اور تحقیقی ہوگا، اس لئے ہم اپنے اصحاب فکر وقلم سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کارواں کو آگے بڑھانے میں معاونت فرمائیں تاکہ یہ قلمی مساعدت ہم سب کی طرف سے امام غزالی کی بارگاہ میں اجتماعی خراج عقیدت پیش کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

اہل قلم سے گزارش ہے کہ اپنے مضامین جلد ارسال فرمائیں، مواد کی دستیابی کے سلسلے میں ادارہ ہذا سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

۱۵؍جون ۲۰۱۲ تک اپنے مضامین ہر حال میں ارسال کر دیں۔

ملتمس: **محمد رضا قادری مصباحی**، پرنسپل جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء، ذاکر نگر، نئی دہلی۔۲۵

موبائل نمبر:09717560301، فون نمبر:011-26984741

e-mail:jhnaaulia@yahoo.com /sakhtarfaizi@gmail.com

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مفلوک الحال	تباہ حال، مفلس، غریب	مصداق	کسی بات کا صادق آنا، موافق ہونا
مصلح	اصلاح کرنے والا، درست کرنے والا	قصد	ارادہ
طبیب حاذق	ماہر ڈاکٹر	حادث	بدلنے والا، نئی چیز
دَین	قرض	قدیم	جو پہلے سے ہو ہمیشہ رہے، پرانا
قیام	کھڑا ہونا، ٹھہرنا	ازلی دشمن	ہمیشہ کا دشمن
قرأت	پڑھنا، تلاوت کرنا	جہاد اکبر	بڑا جہاد
رکوع	جھکنا	اصغر	چھوٹا
مخارج	مخرج کی جمع	ناقص	کمی
فانی	ختم ہونے والا	تقاضہ	چاہنا
باطل	غلط، جھوٹا	نادم	شرمندہ
لازم	ضروری	سائل	سوال کرنے والا، پوچھنے
پشیمانی	شرمندگی، پچھتاوا	مقربین	قریبی، پسندیدہ، لوگ
فریاد رسی	فریاد کرنا	خیانت	بے ایمانی
عیاری	دھوکہ دینا	مواخذہ	پرسش کرنا، پکڑ کرنا
عزم	ارادہ	احتراز	پرہیز کرنا
فریفتہ	عاشق ہونا	انتشار	بکھراو
گرفت	پکڑ	عصفور	پرندہ
افراط وتفریط	حد سے زیادہ گھٹانا بڑھانا	نیابت	کسی کی جگہ پر ہونا
خرافات	بیہودہ باتیں	ذکاوت	چالاکی، عقلمندی
روایتی خلل	کسی روایت میں کسی رکاوٹ کا ہونا	ارتکاب	اختیار کرنا،
اسنادی شبہ	کسی روایت میں شک کا پیدا ہونا	معرفت	پہچان، شناخت

مشمولہ تحریروں میں الفاظ کے معانی ومفاہیم

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شہوت	نفسانی خواہش	احکم الحاکمین	حاکموں کا حاکم، مراد اللہ تعالیٰ
کفالت	ذمہ داری	طعن وتشنیع	برا بھلا کہنا
ترک	چھوڑنا	فوقیت	اہمیت
برہان	دلیل، ثبوت	صنعت	کارخانہ
غیب	چھپا ہوا	حرفت	تجارت
اَیْن وکَیْف	کہاں اور کیسے	زراعت	کھیتی
نظیر	مثال	جدّوجہد	کوشش
قِتال	جنگ، کوشش	دانش مند	عقل مند
خودکفیل	اپنا ذمہ دار	مدافعت	دفع کرنا، ہٹانا
تنگ دست	کم مال والا	استحصال	غلط طور سے استعمال کرنا
حرمت	عزت اور عظمت	آغاز آفرینش	پیدائش سے
خمیازہ	انجام	محرک	ابھارنے والا
سِرِشت	عادت	رجحان	دھیان، توجہ
خاطرخواہ	من موافق، آرزو کے مطابق	خودساختہ	اپنا بنایا ہوا
دیانت	ایمانداری	دقیانوسی	پرانے خیالات
وحشت	بے چینی	فرسودخیال	بے کار کی باتیں
دانائی	عقل مندی	مُصِر	کسی بات پر زور دینا
فہم وادراک	سمجھ بوجھ	جاگزیں	کسی بات کا دل میں بیٹھ جانا
ضائع	برباد	فرائض منصبی	عہدے کی ذمے داریاں
ضابطہ	قاعدہ قانون	محاصرہ	گھیراو
ہیبت	ڈر، خوف	بہرہ ور	مالا مال ہونا، حصہ دار

نوٹ: مذکورہ بالا الفاظ کے معانی اور مفاہیم مشمولہ مضامین کے مفاہیم کے اعتبار سے دیے گئے ہیں۔

شاہی پروڈکٹس کے لیے مندرجہ ذیل ایجنسیوں پر رابطہ کریں۔

خانقاہ نعمتی مٹیا برج، کولکاتہ

حافظ سرفراز دھراوی ممبئی

09323861303

دہلی آفس: 47/14 فرسٹ فلور، ایچ بلاک، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔ ۲۵

09899156384

مذہبی کتابوں کا عظیم مرکز

خواجہ بک ڈپو

اردو بازار، مٹیا محل، جامع مسجد دہلی

دہلی میں علمائے اہل سنت، صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ نادر ونایاب تصانیف کی طباعت واشاعت، اور ہر قسم کی کتابوں اور رسالوں کی کمپوزنگ اور کتابت سے لے کر طباعت تک کے تمام کام کم سے کم وقت میں مناسب اجرت پر کیے جاتے ہیں۔

کلینڈر، پوسٹر، رسیدیں اور جلسہ وجلوس کے اشتہارات کی چھپائی کے لیے ہم سے رابطہ کریں۔

نوٹ: مذہبی کتابوں کے آرڈر بھی بک کیے جاتے ہیں۔

پروپرائٹر: **غلام حسن**، 08800519419/09313086318

ماھنامہ خضر راہ حاصل کرنے کے پتے

قاری سرفراز
دھراوی، ممبئی

حافظ نیر اعظم
کینٹ روڈ، لال باغ، لکھنؤ

عبد اللہ بک ڈپو
پونچھ، جموں وکشمیر

امدادیہ بک ڈپو
جامع مسجد روڈ، ہزاری باغ، جھارکھنڈ

محمد ابراھیم
شولاپور، مہاراشٹر

دلکش بک ڈپو
رام گڑھ، جھارکھنڈ

رضا بک سینٹر
روشن گلدار لین، ٹکیہ پارہ، ہاوڑہ

مولانا مشتاق
بیلگام، کرناٹک

دار العلوم تاج الشریعہ
مصری گنج، مدھوبنی، بہار

حافظ ابو الکلام
رتوارا، چندن، مظفر پوری

مولانا ضیاء المصطفیٰ
جے کے آشیانہ، کریلی، الہ آباد

بخشی انصاری
کوربا، چھتیس گڑھ

محمد سلمان
سلاگٹہ، چکبالم پور، کرناٹک

حافظ اجمل
مدرسہ عارفیہ سعید العلوم، شیرگھاٹی، گیا، بہار

محمد اجمل
جپلا، پلامو، جھارکھنڈ

انصار بک ڈپو
بارہ پتھر، ڈہری اون سون، بہار

عزیز صدیق احمد عزیزی
ایچ، کے، پی روڈ، بنگلور

خان بک ڈپو
درگاہ مہرولی، نئی دہلی

حافظ شبیر شاداب
دُرگ، چھتیس گڑھ

مولانا عبد الودود
النور مسجد، جنک پوری، نئی دہلی

رضا بک سیلر
کمپنی باغ مظفر پور، بہار

نوٹ: ایجنسی حاصل کرنے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں:09312922953